إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

الفضل ربوہ

جلسہ سالانہ نمبر

نمبر ۵۲۵۴

رجسٹرڈ ایل

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

The ALFAZL Rabwah

قیمت فی پرچہ ۳

جلد ۴۴/۹ ۔ ۲۵ فتح ۱۳۳۴ھش ۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء ۔ نمبر ۳۰۱

خدا کی مجسّم قدرت

"میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے"

(بانی سلسلہ علیہ السلام)

"خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی"۔ (الہام حضرت مسیح موعود)
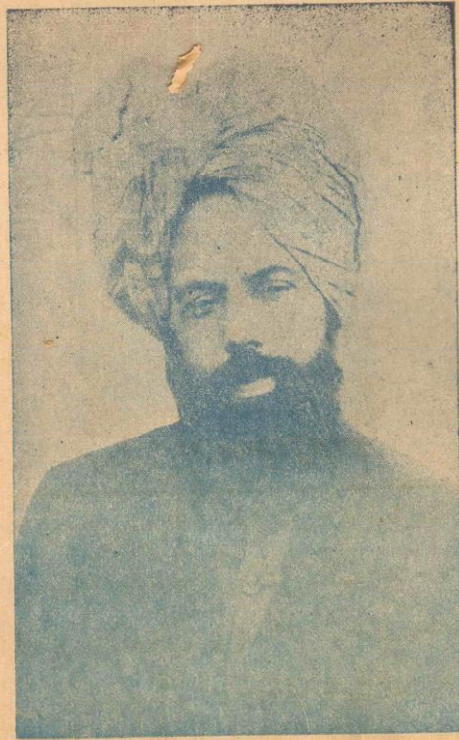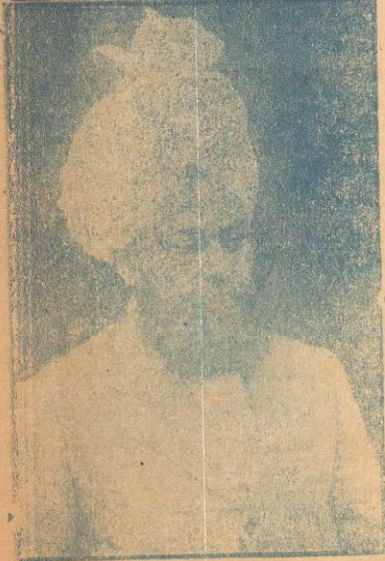
"ان کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے۔ اسکے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے"۔ (فتح اسلام)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (احزاب)

بیرونی ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہوئے وفات پانیوالے مجاہدین احمدیت

مبلغ تہران — شہزادہ عبدالمجید صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ

مبلغ البانیہ — مولوی محمد دین صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ
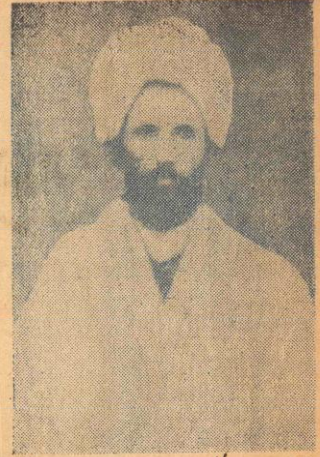
مبلغ ماریشس — حافظ عبید اللہ صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ

مبلغ امریکہ — مرزا منور احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ

مبلغ مغربی افریقہ — مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم رضی اللہ عنہ

مبلغ ماریشس — حافظ جمال احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ
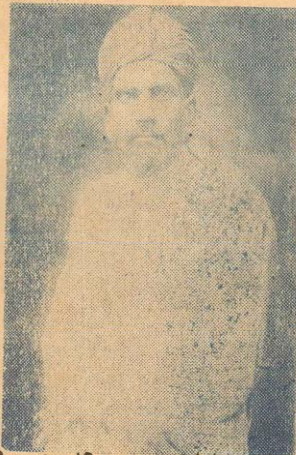
شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے۔ ۱۹۲۴ء میں اپنے خرچ پر تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۲۳ فروری ۱۹۲۸ء کو ایران میں وفات پائی۔ مولوی محمد دین صاحب حنیف آپ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو تشریف لے گئے۔ اٹلی، البانیہ اور مصر میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۴۲ء کو جہاز ڈوب جانے کی وجہ سے انتقال فرمایا۔ حافظ عبید اللہ صاحب ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو تشریف لے گئے۔ دسمبر ۱۹۲۳ء میں وہیں رحلت فرمائی۔ مرزا منور احمد صاحب ۵ جولائی ۱۹۴۶ء کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو امریکہ میں وفات پائی۔ مولوی نذیر احمد صاحب علی آپ قریباً ربع صدی تک مغربی افریقہ میں فریضہ تبلیغ ادا فرماتے رہے۔ پہلی مرتبہ ۲۲ فروری ۱۹۲۹ء کو تشریف لے گئے۔ ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء کو سیرالیون میں وفات پائی۔ حافظ جمال احمد صاحب ۱۳ جون ۱۹۲۸ء کو ماریشس روانہ ہوئے۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں وہیں انتقال فرمایا۔

روزنامہ الفضل ربوہ

دعاؤں اور سجدوں کی بستی ..... ربوہ

آج سے ساڑھے چھ سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ جب اپریل ۱۹۴۹ء کے ایک مبارک دن سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے قرآن کی الٰہی اشاروں کے مطابق ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ ربوہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس دن ربوہ ایک چٹیل میدان تھا۔ کچھ روز پہلے چند مومن کدالیں لے کر اس میں داخل ہوئے تھے۔ جن کو ارد گرد کے رہنے والے دیکھ کر حیران تھے۔ کہ اس بنجر اور ناقابل زرع اراضی میں یہ لوگ کیا کرنے آئے ہیں۔ مگر اس مبارک دن یہاں ہر طرف خود ساختہ خیموں کی قطاریں دیکھ کر ان لوگوں کی حیرت اور بھی بڑھ گئی ہوگی۔ خاصکر جب انہوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ یہ آنے والے چپہ چپہ پر سجدے بجا لا رہے ہیں۔ اور ان کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی آیات تڑپ رہی ہیں۔

الغرض سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی دعائیں پڑھتے جاتے تھے۔ اور لوگ آپ کے ساتھ ساتھ انہیں دہراتے جاتے تھے۔

آج ہم ان دعاؤں کی برکات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ صحرا نما بے آب وگیاہ وادی جس میں چڑیا تک کا شاید کبھی پر نہ پھڑکا تھا۔ آج خوشنما مکانوں۔ کوٹھیوں دفتروں اور کوارٹروں کی ایک وسیع بستی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ وہ زمین جہاں گھاس کی پتی دیکھنے میں کبھی نہیں آتی تھی۔ وہاں ہر طرف سبز سبز درخت لہلہا رہے ہیں۔ سبزہ زار بچھے ہوئے ہیں۔ گھروں میں نخلستان بنے ہوئے ہیں۔ جہاں پانی کا کبھی ایک قطرہ نظر نہیں آیا تھا۔ وہاں اب چپہ چپہ پر پمپ لگے ہوئے ہیں۔

کیا یہ ان اعجازی دعاؤں کا سیدھا اور ٹھوس نتیجہ نہیں ہے؟ کیا ہمارا ربوہ اللہ تعالیٰ کا گھر نہیں ہے۔ بے شک انسانوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے ہیں۔ جن میں سر بفلک عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں۔ بڑی بڑی بندرگاہیں اور تجارت کے مراکز انسان کی کوشش سے معرضِ وجود میں آگئے ہیں۔ مگر اس زمانے میں شاید یہ ایک ہی مثال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی بستی بسائی گئی۔ اور وہ اتنی جلد بس گئی ہو۔ ہاں ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آج کے زمانہ میں ربوہ کے مقابلہ میں کوئی چھوٹی یا بڑی ایسی بستی پیش نہیں کی جا سکتی۔ جس کی بنیاد دعاؤں اور سجدوں سے رکھی گئی ہو۔ اور جب سے وہ بنیاد رکھی گئی ہو۔ اس دن سے روز بروز یہاں دعاؤں اور سجدوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا ہو۔ اس زمانہ کی بسائی گئی بستیوں میں صرف ربوہ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہوا ہے۔ کہ یہ سراسر ایک سجدوں کی سرزمین ہے۔

اس بستی کا نام سیدنا پسرِ موعود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی نے ربوہ تجویز فرمایا تھا۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ اس نام کے تجویز کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تائید شامل تھی۔ ربوہ اونچے مقام کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں سیدنا حضرت ابن مریم علیہ السلام اور آپ کی پیکر عصمت والدہ حضرت مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ

یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک اونچے مقام پر جہاں چشمے بہتے ہیں پناہ دی۔ اب اگر کسی نے ربوہ کو آبادی سے پہلے دیکھا ہے۔ تو وہ جانتا ہے۔ کہ یہ مقام اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے ربوہ تو کہلا سکتا ہے۔ مگر یہ ذات معین نہیں تھا۔

دعاؤں کی بستی ہے۔ جتنے سجدے چند سال کی عمر میں اس زمین کو نصیب ہوئے ہیں۔ کیا دیکھنے والوں کے لئے یہ ایک کھلا کھلا نشان نہیں ہے؟

کئی انجینیروں نے بورنگ کر کر کے دیکھا۔ اول تو گہرائیوں تک پانی ہی نہ ملتا تھا۔ اور اگر ملا بھی تو گدلا اور ناقابل استعمال۔ لیکن آج دنیا حیران ہے۔ کہ گھر گھر چشمے جاری ہیں۔ میٹھے پانی کے اور جو کڑوے ہیں۔ وہ بھی روز بروز بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا نشان ہے۔ جس کو سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ صرف ایک اشارہ ہی کافی ہے۔ یہ ربوہ بھی ہے اور اس کی نگہبان قرآنی دعائیں ہیں۔ آج ہم اپنی جبینوں میں ہزارہا سجدے لئے ہوئے پھر اس سرزمین پر جمع ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے اسی طرح ہم کئی بار جمع ہو چکے ہیں۔ اور ہر اجتماع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امامت میں یہاں سجدے لٹا چکے ہیں۔ بے شک آج ہم یہاں جانفزا تقریریں سننے کے لئے بھی آئے ہیں۔ اپنے حبیب کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے ہیں۔ یہ سب ربوہ کی برکات ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور بھی برکات ہیں۔ ہم ان دعاؤں کو تازہ کرنے کے لئے بھی آئے ہیں۔ جو ربوہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنے پیارے امام کی معیت میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھیں۔ اور جن کا ایک حصہ ہم نے پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی دی ہے۔ دیکھتے چلے جائیں گے۔

اس لئے ہمیں بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ اس بستی کی آبادی دعاؤں پر انحصار رکھتی ہے۔ آپ جو کہ ایک بار نہیں بلکہ سینکڑوں بار دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کا زندہ اثر دیکھتے چلے آئے ہیں آپ سے یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ آؤ اس زمین کو سجدوں سے بسا دیں۔ آؤ اس فضا کو اپنی دعاؤں سے بھر دیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ماحول میں اتنی دعائیں بسی ہوئی ہیں۔ یہ فضا دعاؤں کے لئے اتنی سازگار اتنی متقاضی ہو چکی ہے۔ کہ یہاں قدم رکھتے ہی زبان و دل تسبیح خوانی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور خود بخود کانوں میں کہیں سے آوازیں آنے لگتی ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور خود بخود جبینیں جھک جاتی ہیں کیا آپ کے دل میں شبہ ہے؟ یاد رہے کہ یہ سرزمین سجدوں اور دعاؤں کی سرزمین ہے۔ اس نخل میں صرف سجدوں اور دعاؤں کے ہی پھل لگتے ہیں۔ آپ نے کبھی میٹھے آم کا درخت دیکھا۔ جس کا ہر دانہ میٹھے ریشہ گودا کا کوزہ ہوتا ہے۔ جس کی گٹھلی ننھی سی ہوتی ہے۔ جس طرح اس میں آم ہی لگتے ہیں۔ خوشبودار میٹھے اسی طرح ربوہ کے درخت میں بھی دعائیں اور سجدے ہی لگتے ہیں۔

سُبحانَ ربّیَ الاعلیٰ

کوئے دلدار ہے کوئے ربوہ

دِل کھنچے آتے ہیں سُوئے ربوہ
کوئے دلدار ہے کوئے ربوہ

موج اس کی ہے کوئی موجِ طہور
اُتری ہے عرش سے جوئے ربوہ

پھول رحمت کا کھلا ہے بَن میں
رُوح افروز ہے بُوئے ربوہ

ساغرِ زیست لبالب بھر لو
چھلکا ہے آج سبُوئے ربوہ

جھانکتے نخل ہیں دیواروں سے
رنگ لائی ہے نموئے ربوہ

ہم دم و چارہ گر و بندہ نواز
ملتی ہے آپ سے خُوئے ربوہ

دوست بن جائیگا تنویر کبھی
ہے جو نادان عدوئے ربوہ

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعاگو
ربوہ کو پہنچتی رہیں کعبہ کی دُعائیں

ہر اک دیس میں ہیں ہم اپنے وطن میں

یہ کون آ رہا ہے مری انجمن میں
تڑپ اٹھا شعلہ چراغِ کہن میں

وہیں ہو گیا اک نیا شہر برپا
جہاں تیرے درویش بیٹھے ہیں بن میں

نہیں بات تجدید و احیاء کی باقی
نہ آئی جو حصرِ سیرِ زمن میں

تری عقل بھی مانتی ہے خدا کو
بڑا فرق ہے پر یقین اور ظن میں

ہر اک دیس تنویر ہے جب خدا کا
ہر اک دیس میں ہیں ہم اپنے وطن میں

مری جبیں ہے فقط تیرے آستاں کیلئے

از مکرم عبدالمنان صاحب ناہید

نہ یہ زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کیلئے
مری جبیں ہے فقط تیرے آستاں کیلئے

نکل گئی حدِ افلاک سے دعائے سحر
یہ دل کی آہ کہاں سے چلی کہاں کیلئے

اگرچہ ربوہ بھی ہے لالہ زار قلب و نظر
ابھی نگاہ تڑپتی ہے قادیاں کیلئے

جنوں کو یوں تو بیاباں بھی خوب ہے لیکن
ہوائے گل نہ رُلائے جو آشیاں کیلئے

ہو جس پیام میں قرآں کی روشنی ناہید
وہی پیام ہے موزوں تریں بیاں کیلئے

دُعا بحالتِ اضطرار

از مکرم قیس مینائی صاحب

مرے پیارے خدا مرے پیارے خدا تجھے میرے ہی پیارے خدا کی قسم
تجھے قیس کے شورِ دُعا کی قسم تجھے قوم کی آہ و بکا کی قسم!

بطفیل رسولِ کریمؐ و امیں بتوسلِ احمدِ ہادیِ دیں
مرے پیارے امام کو دیدے شفا تجھے اپنے ہی دستِ شفا کی قسم

آؤ دعائیں کرو کہ ہمارا ایمان جمع ہو تا اللہ تعالیٰ اسلام کی ترقی

اور

اسکی عظمت کا موجب بنائے

ربوہ بسا کر جماعت احمدیہ نے ایک قابلِ فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے

صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے دفاتر کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

احبابِ جماعت سے خطاب

فرمودہ ۱۹ر نومبر ۱۹۵۳ء

صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے مستقل دفاتر کی بنیاد مرکز سلسلہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۳۱ر مئی ۱۹۵۰ء کو رکھی تھی۔ جب یہ عمارات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئیں۔ اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر عارضی کچی عمارات سے اپنے مستقل نئے دفاتر میں منتقل ہوئے۔ تو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور افتتاحی دعا کی درخواست کی گئی۔ چنانچہ ۱۹ر نومبر ۱۹۵۳ء کو یہ تقریب منائی گئی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام دفاتر کا معائنہ فرمایا۔ اور پھر حضور کی خدمت میں تحریک جدید انجمن احمدیہ اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایڈریس پیش کئے گئے۔ اس کے بعد حضور نے ایک ایمان افروز تقریر فرمائی۔ جو افادۂ احباب کے لئے ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ تقریر جو مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی واقف زندگی کی مرتب کردہ ہے۔ شعبہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر ثانی نہیں فرما سکے۔ خاکسار۔ محمد یعقوب مولوی فاضل

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

مایوسیاں اور ناکامیاں

ان لوگوں کو زیادہ شاق گزرتی اور انہیں زیادہ صدمہ پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ جو کامیابی کے زمانہ میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں کبھی مایوسی نہیں آئے گی۔ اس وجہ سے ہجرت کا جو صدمہ ہماری جماعت کو پہنچ سکتا تھا اور پہنچا اس میں کوئی دوسری جماعت ہندوستان کی ہو یا پاکستان کی شریک نہیں۔ اور شریک نہیں ہو سکتی تھی۔ میری توجہ تو اللہ تعالیٰ نے ۱۹۳۸ء سے ہی ادھر پھیر دی تھی۔ کہ ہمارے لئے اس قسم کا کوئی صدمہ مقدر ہے۔ چنانچہ یہ بات میرے ۱۹۳۸ء کے خطبات میں موجود ہے۔ جن میں یہ مضمون بڑے زور سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اس کی تکرار رہی ہے۔ لیکن ہماری جماعت نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ یہ ان کی کسی غلطی یا کمزوری ایمان کی وجہ سے تھا۔ بلکہ یہ ان کی

مضبوطیٔ ایمان کی وجہ سے

تھا۔ ہاں یہ الٰہی کلاموں کی تشریح میں کوتاہی اور غفلت کا ثبوت ضرور تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہاموں میں یہ بات موجود تھی کہ قادیان ترقی کرے گا۔ بڑھے گا پھولے گا اور پھیلے گا اور احمدیت اس جگہ راسخ ہوگی۔ اسی لئے جماعت احمدیہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہاموں اور پیشگوئیوں پر پورا یقین تھا۔ اس میں شبہ کرنے کے لئے کبھی بھی تیار نہیں تھی۔ اور یہ ماننے پر آمادہ نہیں تھی۔ کہ قادیان سے

انہیں ہجرت کرنا پڑے گی

پس ان کا اس بنا پر یہ یقین رکھنا کہ چاہے کتنے ہی حوادث ہوں۔ یہ جگہ ہمارے ہاتھ سے نہیں جائے گی۔ ان کے ایمان کا ثبوت ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ الٰہی کلاموں اور ان کی تشریحوں میں جو کبھی کبھی تعطل واقع ہو جایا کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی ان کی تعبیر وقتی طور پر ٹل بھی جایا کرتی ہے۔ اس کے سمجھنے میں ان کی طرف سے کوتاہی واقع ہوئی۔

جن دنوں قادیان پر حملے ہو رہے تھے۔ اور ہم سب دعاؤں میں مشغول تھے میں ایک دن بہت ہی زور سے دعا کر رہا تھا کہ

مجھے الہام ہوا

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا۔

میں نے اس وقت سمجھ لیا۔ کہ ہمارے لئے عارضی طور پر پراگندگی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی جاؤ۔ میں کسی دن برکت اور رحمت کے ساتھ تم سب کو واپس لے آؤں گا۔ یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ اور درحقیقت یہ مسلمانوں کے ہجرت کے بعد مکہ واپس آنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں دونوں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ہجرت کی بھی اور ہجرت کے بعد مکہ واپس آنے کی بھی۔ یعنی پہلے ہجرت ہوگی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کامیابی کے ساتھ مکہ واپس لائے گا۔

نادان لوگ

اعتراض کرتے ہیں

کہ چونکہ ہم قادیان واپس جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم ہندوستان کے ساتھ سازش کر رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ حب الوطنی کے خلاف تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض ایسا ہی بیہودہ اور نامعقول ہے جیسے کوئی کہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ کفار مکہ سے سازش کر کے مکہ واپس آنا چاہتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب خدا نے کہا تھا کہ تمہیں مکہ واپس لاؤں گا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم سازش کے ساتھ یا منت سماجت کر کے اور ذلیل ہو کر جاؤ گے بلکہ یہ کہا تھا کہ تم کامیاب و کامران ہو کر مکہ واپس جاؤ گے۔ پس اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ واپس جانا آپ کی کامیابی و کامرانی اور عزت کی دلیل ہے۔ تو یہی بات آپ کے

خادموں کے لئے بھی عزت

اور ان کے مقرب ہونے کی دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس طرح قادیان واپس نہیں لے جائے گا۔ کہ ہم دیانت اور امانت اور حب الوطنی کے جذبات کو ترک کر کے وہاں جائیں۔ بلکہ وہ ہمیں اس طرح وہاں لے جائے گا۔ کہ ہم دین اور وطن اور حکومت کے لئے

عزت کا موجب

ہو کر وہاں جائیں گے۔ اس قسم کے معترض محض تنگدلی۔ عناد اور تعصب کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ اور ان حقائق کے ماننے سے انکار کرتے ہیں جو ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ الٰہی جماعتوں کے ذریعہ دنیا میں پیش کئے جا چکے ہیں اور جب یہ حقائق کئی دفعہ الٰہی جماعتوں کے ذریعہ دنیا میں پیش کئے جا چکے ہیں تو اس کے بارہ میں دھوکا نہیں کھایا جا سکتا۔ پس یہ ایک دھکا تھا۔ جو ہماری جماعت کے لئے پہلے سے مقدر تھا۔ اس وقت جماعت کے بعض لوگ ان لوگوں کو جنہیں ہم قادیان سے باہر بھجوا رہے تھے۔ کہا کرتے تھے یہ تو چند دن کی بات ہے تھوڑے دنوں میں یہ حالت دور ہو جائے گی۔ ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ قادیان ہمارے ہاتھ سے چلا جائے پھر ان چند دنوں کے لئے اسقدر پریشانی کی کیا ضرورت ہے۔ قادیان کو چھوڑ کر جانا ایمان کی کمی کی علامت ہے۔ مگر آج یہاں وہ لوگ بھی بیٹھے ہیں جو نظام کے ماتحت قادیان سے باہر آنے والوں پر معترض تھے۔ وہ اس وقت قادیان سے باہر آنا کمیٔ ایمان کی علامت

قرار دیتے تھے۔ اور اب وہ خود بھی یہاں موجود ہیں۔ گویا جو بات میں نے بتائی تھی وہ صحیح تھی، اور جس امر کی طرف ان کا ذہن جا رہا تھا وہ غلط تھا۔ لازمی طور پر وہ لوگ جو آنیوالوں کو کہتے تھے کہ تم کہاں جا رہے ہو یہ تو چند دن کی پریشانی ہے۔ قادیان ہمارے ہاتھ سے نہیں جا سکتا غلطی پر تھے۔ اور ان کی یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہاموں کی تشریح کو نہ سمجھنے اور ان سے

اعتراض کرنے کی دلیل تھی

اب جب وہ اُن لوگوں کے سامنے یہاں بیٹھے ہیں جنہیں وہ قادیان سے آنے پر ملامت کرتے کرتے تھے تو انہیں کس قدر شرم آ رہی ہوگی۔ اور ان کی طبیعت پر یہ بات کس قدر گراں گذر رہی ہوگی۔ کہ وہ لوگ جنہیں وہ کہتے تھے کہ تم بیوقوف ہو، کہ قادیان سے باہر جا رہے ہو۔ اب وہ انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ آپ کہاں آ گئے۔ بہرحال جسطرح یہ صدمہ جماعت احمدیہ کو پہنچا۔ ہندوستان اور پاکستان کی کسی اور جماعت کو نہیں پہنچا۔ پھر ہم نے یہ تجویز کی کہ ہم ایک نیا مرکز بنائیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ ہمیں نئے مرکز کی ضرورت ہوگی۔ اور ایک رؤیا میں مجھے صاف طور پر نظر آیا تھا کہ ہم ایک نئی جگہ پر اپنا مرکز بنا رہے ہیں۔ اس وقت بھی اسی اثر کے نیچے یہ چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں نئے مرکز کی کیا ضرورت ہے۔ وہ لوگ ہمارے ساتھ قادیان سے نکل تو آئے تھے لیکن ابھی ان کے اندر یہ خیال باقی تھا کہ یہ چار پانچ ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کی بات ہے اس کے بعد ہم قادیان واپس چلے جائیں گے۔ لیکن

میرا نقطۂ نگاہ یہ تھا

کہ چاہے چار ماہ کیلئے ہو یا چار دن کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے ایک مرکز قائم کرنا چاہیئے۔ تم ریل کے تین چار گھنٹے کے سفر میں بھی آرام چاہتے ہو اور سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ دین کی اشاعت اور دین کے آرام کا خیال نہ رکھا جائے۔ اس کے لئے مرکز کی تلاش کیوں نہ کی جائے۔ ایک پراگندہ جماعت اشاعت دین کا کام نہیں کر سکتی۔ جو جماعت یہ خیال کرتی ہے کہ دس بارہ ماہ اشاعت دین کا کام نہ ہؤا تو کیا ہؤا وہ جماعت جیتنے والی نہیں ہوتی۔ شکست خوردہ ذہنیت کی مالک ہوتی ہے۔ کام کرنے والی اور اپنے مقصد کو پورا کرنیوالی جماعت وہ ہوتی ہے جو کہے کہ ہمارا ایک دن بھی ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر میں نے

ان لوگوں کو بتایا

کہ دیکھو اتنی بڑی مصیبت ایک دو دن کے لئے نازل نہیں ہؤا کرتی۔ یہ ایک وقت چاہتی ہے۔ جب کبھی خدا تعالیٰ نے کسی مصیبت کو جلدی سے ٹلا دینا ہو تو وہ اسی نسبت سے مصیبت کو نازل کرتا ہے۔ دیکھو جب کسی کا باپ مرتا ہے۔ ماں مرتی ہے یا کوئی اور رشتہ دار مرتا ہے جو خاندان کا نگران ہوتا ہے تو کتنی آفت آ جاتی ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے یہ قانون نہیں بنایا کہ کوئی صبح مرے تو شام کو جی اٹھے۔ بلکہ اس کا یہ قانون ہے کہ وہ اگلے جہان میں زندگی پاتا ہے۔ اور اس کے وہ رشتہ دار جو اس سے ملنے کی تمنا رکھتے ہیں وہ بھی ایک لمبے عرصہ کے بعد وفات پاکر اس سے ملتے ہیں۔ پہلے نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی۔ تو سات آٹھ سال کے بعد مکہ فتح ہؤا۔ اور اس کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے کہ آپ مکہ میں نہیں بسے۔ بلکہ صحابہؓ نے تو نبوت کے پانچویں سال ہی حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ جس کے معنے یہ تھے کہ وہ ۱۶ سال تک وطن سے الگ رہے۔ پھر کہیں جا کر مکہ فتح ہؤا۔ مگر

جب مکہ فتح ہؤا

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی مدینہ کو ہی اپنا مرکز بنائے رکھا۔ گویا ان کے لئے ہمیشہ کی ہجرت ہوگئی۔ تو میں نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ یہ تین چار ماہ کی بات نہیں اور اگر یہ تین چار ماہ کی بات بھی ہو۔ تب بھی جب تم تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے لئے آرام چاہتے ہو۔ تو خدا تعالیٰ کے دین اور اشاعت کیلئے سالوں انتظار کیوں کیا جائے۔ بہرحال ایک طبقہ کی مخالفت کے باوجود جماعت نے یہی فیصلہ کیا کہ میری رائے ہی ٹھیک ہے۔ اور ہمیں مرکز بنانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ جگہ جو میری بعض پرانی خوابوں سے مطابقت رکھتی تھی۔ مرکز کے لئے تجویز کی گئی۔ جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے ہی ہیں جنہوں نے اس جگہ کو ابتدائی حالات میں دیکھا۔ اکثر نے اسے ابتدائی حالت میں نہیں دیکھا۔

ابتدائی حالت میں

یہاں بسنے والے غالباً ۳۵ آدمی تھے۔ ان کے لئے سڑک کے کنارے خیمے لگائے گئے تھے۔ جہاں اب بھی بعض کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں ابتداءً لنگر بنا تھا۔ اب وہ سٹور کا کام دیتے ہیں۔ ایک سال کے قریب وہاں گذارا۔ پھر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ہم نے عارضی مکان بنائے۔ تا ان میں وہ لوگ بسیں۔ جنہوں نے شہر آباد کرنا ہے۔ پھر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے یہ بلڈنگس بنیں جو اب تمہیں نظر آتی ہیں۔ اس عظیم الشان صدمہ کے بعد جماعت نے اتنی جلدی یہ جگہ اسلئے بنائی تاکہ وہ مل کر رہ سکیں۔ اکٹھے رہ کر مشورے کر سکیں۔ سکول اور کالج بنائیں تاکہ ان کی اولاد تعلیم حاصل کرے۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کو اتنا صدمہ نہیں پہنچا ان میں سے کوئی جماعت بھی اپنا مرکز نہیں بنا سکی۔

بعض معترض کہتے ہیں

کہ ہمارا یہاں ایک علیحدہ جگہ بس جانا ملک سے بیوفائی کی علامت ہے۔ یہ نہایت ہی احمقانہ خیال ہے۔ کیونکہ ایک قسم کے کام کرنیوالوں کے لئے اکٹھا رہنا ضروری ہوتا ہے چاہے وہ حب الوطنی میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ دوسرے شہروں میں جاؤ۔ وہاں تم دیکھو گے کہ تمام نیچہ بند اکٹھے رہتے ہیں۔ نائی اکٹھے رہتے ہیں۔ دھوبی اکٹھے رہتے ہیں۔ موچی اکٹھے رہتے ہیں، کیونکہ انہیں اپنے کام کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ اکٹھے نہ رہیں تو بہت سی مشکلات کا سامنا ہو۔ مثلاً اگر ایک نائی بیمار ہو جائے اور اس کا قائمقام وہاں موجود نہ ہو۔ تو لوگوں کو کتنی دقت کا سامنا ہو۔ ایک دھوبی کا مسالہ ختم ہو جائے۔ تو وہ اپنے ساتھیوں سے مانگتا ہے۔ اگر اس کے قریب دوسرے دھوبی نہ ہوں تو اس کے کام میں روک پیدا ہو جائے۔ نیچہ بندی کے سلسلہ میں بھی بعض چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو نیچہ بند اپنے ہمسایوں اور اپنے قریب رہنے والوں سے مانگ لیتے ہیں۔ اگر ایک نیچہ بند ایک شہر میں رہتا ہو اور دوسرا دوسرے شہر میں تو وقتی ضرورت کے وقت کیا وہ دوسرے شہروں میں جا کر وہاں کے نیچہ بندوں سے وہ چیزیں مانگیگا۔

غرض ایک ہی کام کرنیوالوں یا ایک ہی قسم کے پیشہ وروں کا

اکٹھا رہنا ضروری ہے

اور یہ معاشرتی اور اقتصادی حالت کا نتیجہ ہے۔ حب الوطنی کی کمی کا نتیجہ نہیں۔ کراچی اور لاہور کے شہروں میں دیکھ لو۔ کیا ایک ہی پیشہ والے لوگ اکٹھے نہیں رہتے۔ ہم تو اب بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جو لوگ مشرقی پنجاب سے آئے ہیں ان میں سے جن کے آپس میں تعلقات تھے۔ انہیں یہاں آکر الگ الگ قصبات بسانے چاہیئے تھے میں نے تو ۱۹۴۷ء میں یہاں تک کہا تھا۔ کہ اُردو دانوں کی بھی الگ بستی ہونی چاہیئے تاکہ ان کی زبان خراب نہ ہو۔ اب اگر میری تجویز کے مطابق

اُردو دان الگ شہر آباد کر لیں

تو کیا یہ لوگ کہیں گے کہ ان کا ایسا کرنا حب الوطنی کی کمی کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ انہوں نے الگ شہر اس لئے آباد کیا ہوگا تاکہ زبان کی سی قیمتی چیز ضائع نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صورت میں اُردو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ اردو دان پنجابیوں میں بس رہے ہیں اور ان کی اولادیں پنجابی زبان سیکھ رہی ہیں میرے اپنے رشتہ داروں کی یہی حالت ہے۔ وہ دہلی میں رہتے تھے تو ان کی زبان ٹکسالی زبان سمجھی جاتی تھی۔ ان میں کثرت سے ادیب پائے جاتے تھے۔ وہ ماہرین زبان تھے۔ مگر اب وہ ادھر آ گئے ہیں اور ان میں سے دس بیس گھرانے لاہور میں بس گئے ہیں۔ بعض جیل روڈ پر آباد ہیں۔ بعض شیرانوالہ گیٹ میں ہیں اور بعض میو روڈ پر ہیں۔ یعنی وہ دس بیس گھرانے بھی لاہور کے مختلف علاقوں میں آباد ہیں۔

پنجابی ماحول کی وجہ سے

ان کی اولادیں پنجابی زبان سیکھ رہی ہیں۔ اگر کسی بچے کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے "اماں میرے ڈِڈھ وچ پیڑ ہوندی اے" اور مائیں انہیں پنجابی زبان بولتے دیکھ کر خوش ہوتی ہیں۔ اور ہنس کر کہتی ہیں۔ دیکھیں یہ بچہ کس طرح آسانی کے ساتھ پنجابی بولتا ہے۔ گویا خواجہ میر درد کا نواسہ۔ مرزا غالب اور مومن خان کا بچا بچا 'میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے' کی بجائے 'میرے ڈِڈھ وچ پیڑ ہوندی اے' کہتا ہے اور ماں ہنس کر کہتی ہے دیکھیں ہمیں تو پنجابی بولنی نہیں آتی مگر یہ بچہ خوب پنجابی بول سکتا ہے۔

پس میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ گورنمنٹ تھل کا علاقہ آباد کرنا چاہتی ہے اسے چاہیئے کہ وہ مظفرگڑھ کے علاقہ میں چالیس میل کا علاقہ صرف

اُردو دانوں کیلئے وقف کر دے

تاکہ جو لوگ قربانی کر کے وہاں آباد ہو سکیں، آباد ہو جائیں اور اس طرح اُردو زبان محفوظ ہو جائے۔ لیکن شاید وہ اُردو دان مجھ سے زیادہ عقلمند تھے کہ وہ اکٹھے ایک جگہ آباد نہ ہوئے۔ تا کل کوئی معترض یہ نہ کہہ سکے کہ ان کا ایک علاقہ میں آباد ہونا حب الوطنی کے خلاف ہے۔ حالانکہ ایک خاص قسم کی تنظیم اور خاص مقصد کو سامنے رکھنے والے لوگ بالعموم ایک ہی جگہ پر اکٹھے رہتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا

معاشرتی اور اقتصادی حالت

کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ کوئی جماعت اخلاق کی تعلیم دیتی ہے کوئی جماعت تصوف کی طرف مائل ہوتی ہے۔ کوئی جماعت احادیث کو رواج دینا چاہتی ہے اور اسے اپنے مقصد کو پورا کرنے کیلئے اکٹھا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً اہل حدیث کی ایک شاخ نے دیوبند آباد کیا تھا۔ اسی طرح بعض

رہبر اہل حدیث نے بنائی ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی رح کے مریدوں نے بعض جگہیں بنائی ہیں۔ کیونکہ ان کا اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اکٹھے رہنا ضروری تھا۔ اگر وہ لوگ الگ الگ جگہوں پر پھیلے ہوئے ہوں۔ تو وہ

سکول اور کالج

کس طرح چلا سکتے ہیں۔ اگر وہ لاہور، گوجرانوالہ، گجرات اور لائل پور میں پھیلے ہوئے ہوں اور ان کا کالج لاہور میں ہو۔ تو کیا ان کے لڑکے ان تمام ضلعوں سے لاہور جائیں گے۔ تاکہ وہ اپنے کالج میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ یا اگر ایک ہی مقصد رکھنے والے لوگ ضلع لاہور کے مختلف شہروں میں آباد ہوں۔ تو کیا ان کے بچے کسی ایک پرائمری سکول میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ایک شہر میں رہتے ہوں۔ تو ان کا کالج چل سکتا ہے۔ اگر وہ ایک محلہ میں بستے ہوں تو ان کا پرائمری سکول چل سکتا ہے۔ لیکن اتنی چھوٹی سی بات بھی ہمارے ملک کے بعض افراد کی سمجھ میں نہیں آتی ہم نے تو اس وقت شور مچایا تھا۔ کہ امرت سر والوں کو بھی الگ شہر آباد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے ایک

خاص قسم کا ماحول

بنایا تھا۔ اور بعض خاص قسم کی تجارتیں اس شہر میں چل رہی تھیں ہم نے اس وقت یہ کہا تھا کہ جالندھر۔ پانی پت اور لدھیانہ والوں کو بھی الگ الگ قصبات آباد کرنے چاہئیں۔ تاکہ خاص قسم کی تجارتیں اور صنعتیں جو ان شہروں میں چل رہی تھیں دوبارہ جاری کی جا سکیں۔ اگر انہیں الگ الگ جگہوں پر نہ بسایا گیا۔ تو وہ مخصوص تجارتیں اور صنعتیں تباہ ہو جائیں گی۔ ہم نے اس بات پر بھی زور دیا تھا۔ کہ زبان

اردو کو زندہ رکھنے کے لئے

اس کے بولنے والوں کو ایک علیحدہ علاقہ میں آباد کیا جائے۔ اور پھر جو لوگ قربانی کر کے وہاں آباد ہو سکیں آباد ہو جائیں وہاں وہ اپنے سکول بنائیں۔ کالج بنائیں تاکہ زبان صاف رہے میں نے کہا تھا کہ اس کے لئے چالیس میل کے رقبہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ قریب کا علاقہ زبان پر اثر ڈالتا ہے۔ اگر بیچ میں شہر آباد ہو۔ اور اردگرد بھی اس زبان کے بولنے والے آباد ہوں۔ تو

شہر کی زبان محفوظ

رہے گی۔ بلکہ ممکن تھا کہ اردگرد کے علاقہ میں بھی اردو زبان پھیل جاتی۔ اور آہستہ آہستہ اکتالیسویں میل کے علاقہ کے لوگ بھی اردو بولنے لگ جاتے۔ پھر بیالیسویں میل کے علاقہ والے بھی اردو بولنے لگ جاتے۔ پھر تینتالیسویں میل کے علاقہ والے بھی اردو بولنے لگ جاتے۔ کیونکہ

اردو ایک علمی زبان

ہے۔ اور علمی زبان جلد پھیل جاتی ہے۔ غرض ہم تو یہ تحریک کر رہے تھے۔ کہ ہر تجارت صنعت اور پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ الگ الگ قصبات آباد کریں بلکہ اردو دان بھی ایک الگ علاقہ میں آباد ہوں۔ مگر الٹا ہم پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ ہم حکومت کے خیر خواہ نہیں۔ اور اس وجہ سے الگ آباد ہونا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہروں کا بسانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ تغلق بادشاہ نے اپنے نام پر تغلق آباد بسانا چاہا۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ سارے ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ وہ یہ شہر آباد نہ کر سکا۔ پس

نئی جگہوں پر شہر بسانا

اور پھر کسی سکیم کے ماتحت شہر بسانا آسان کام نہیں ہوتا۔ بعض شہر اتفاقی طور پر بس جاتے ہیں۔ لیکن ارادہ کے ساتھ شہر بسانا ہو تو وہ نہیں بستا۔ لوگوں نے ہزاروں شہر بسائے۔ جن میں سے صرف بیسیوں رہ گئے ہیں۔ باقی سب اجڑ گئے۔ صرف بغداد ایسا شہر ہے۔ جسے مسلمانوں نے ارادہ کے ساتھ بسایا تھا۔ اور وہ بس گیا۔ لیکن جو رونق اسکی پہلے زمانہ میں تھی۔ اب نہیں رہی۔ کسی زمانہ میں اس کی آبادی چالیس لاکھ تھی۔ اب دو لاکھ ہے۔ اسی طرح بعض اور شہر بھی تھے جو بسائے گئے۔ لیکن ان میں سے اکثر اجڑ گئے اور ان کی جگہ ایسے شہر ترقی کر گئے۔ جو اقتصادی وجوہ سے یا پبلک میں ایک خاص رو چل جانے کی وجہ سے خود بخود آباد ہو گئے تھے۔

پس

ہمارا کام ایسا تھا

کہ حکومت کو پبلک میں اسے بطور نمونہ پیش کرنا چاہیئے تھا۔ اور ہمیں اس کارنامہ پر شاباش دینی چاہیئے تھی۔ بلکہ چاہیئے تھا کہ وہ فخر کرتی۔ کہ اس غریب جماعت نے جو اپنا سب کچھ لٹا کر یہاں آئی تھی ایک الگ شہر آباد کر لیا۔ کئی سوسائٹیاں اپنے ارادہ میں ناکام رہیں۔ اور ہمیں خدا تعالے نے یہ موقعہ دیا۔ کہ ہم نے باوجود کم مائیگی اور

سامان اور ذرائع کے محدود ہونے کے شہر بسا لیا یہ کتنی بڑی خدمت تھی ملک کی کہ اتنی بڑی تعداد انسانوں کی جو لاہور میں بس رہی تھی ہم نے اسے یہاں آباد کر دیا اور لاہور کی Congestion کو دور کر دیا۔

چھ سات ہزار نفوس کو ہم لاہور سے نکال لائے آخر شہری طور پر یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ہم نے لاہور کو پہنچایا۔ چاہیئے تھا کہ دوسری جماعتیں بھی ہم سے نمونہ لیتیں۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ ہماری نقل میں قصبات تعمیر کرتے۔ چونکہ وہ یہ کام نہ کر سکے اس لئے انہوں نے ہم پر

بغاوت کا الزام

لگا دیا اور کہا۔ ربوہ جو اڑھائی تین میل کا علاقہ ہے اور ہر قسم کے سامانوں سے محروم ہے ملک کے لئے خطرناک قسم کی سرنگ بن گیا ہے۔ یہ غلط اور کمزور ذہنیت کا مظاہرہ تھا۔ جو کیا گیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کو چاہیئے تھا کہ وہ ایسے معترضین کو اس بات کی وجہ سے ملامت کرتا اور کہتا۔ تم کیوں بلا وجہ شک کرتے ہو اور ہمیں دھوکہ دیتے ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے ان لوگوں کو ایک ایسے کام کی توفیق دی جو قوم اور ملک کے لئے باعث صد فخر ہے

ترقی کرنے والی قومیں

ہمیشہ کام کرنے والوں سے حوصلہ پکڑتی ہیں۔ اور ان سے نمونہ لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ ملک اور قوم کے لئے ترقی کی ایک صورت پیدا کی گئی ہے۔ لیکن ان معترضین نے یہ نمونہ دکھا کر اور یہ کہہ کر کہ اس قصبہ کی وجہ سے ملک کا امن خطرہ میں پڑ گیا ہے ایک خطرناک کذب بیانی سے کام لیا۔ بہر حال ہم سمجھتے ہیں کہ ہم میں زور نہیں تھا طاقت نہیں تھی۔ ہم بھی ویسے ہی تھے جیسے ہمارے دوسرے مہاجر بھائی ہیں۔ ہمارے سامان بھی کم تھے لیکن اس کے باوجود خدا تعالےٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اپنے آپ کو دکھ میں ڈالیں اور یہاں آ کر مکان بنائیں اور نہ صرف یہاں مکانات بنائیں بلکہ اپنے

چندوں کو بھی قائم رکھیں

ناظر صاحب اعلےٰ نے ایڈریس میں کہا ہے کہ ہمارے چندے کم ہو گئے ہیں یہ بات درست نہیں۔ ہمارے چندے کم نہیں ہوئے بلکہ خدا تعالےٰ کے فضل سے برابر بڑھ رہے ہیں اگر قادیان کے چندوں کو ملایا جائے جہاں دو اڑھائی لاکھ روپیہ کے قریب سالانہ جمع ہوتا ہے تو چندے پہلے سے زیادہ ہیں اور اگر تحریک جدید کے چندوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

بہر حال یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اس کی دی ہوئی نعمت ہے۔ چاہیئے کہ اس پر

جماعت کے اندر

شکریہ کا احساس

پیدا ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ دوسرے لوگوں نے ہمارے اس کام کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اگر وہ ہماری نقل کرتے اور بیسیوں گاؤں اور آباد کر لیتے تو ہم خوش ہوتے کہ انہوں نے پاکستان کی مضبوطی کا ثبوت دیا ہے اور فاتحانہ سپرٹ کا اظہار کیا ہے۔ لیکن کام کرنے کی بجائے دوسروں پر دباؤ ڈالنا شکست کی علامت ہوتی ہے۔ یہ ایک قابل فخر کارنامہ تھا کہ اُجڑے ہوئے لوگوں نے ایک شہر بسا لیا اور ہمارا ملک اس کارنامہ پر دوسرے ملکوں میں فخر کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ آؤ دیکھو ہمارے مہاجروں نے کیسا شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے اور انہوں نے مصائب پر ہنسنے کی توفیق پائی ہے۔

بہرحال جماعت کو چاہیئے کہ وہ دعا کرے کہ ہم جس مقصد کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں اللہ تعالےٰ اسے پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

ہمارا مقصد یہی ہے

کہ خدا تعالےٰ کا نام بلند ہو۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی تبلیغ وسیع ہو۔ دینی تعلیم حاصل کرنے والے لوگ یہاں جمع ہوں اور وہ یہاں رہ کر دینی تعلیم حاصل کریں۔ ذکر الٰہی۔ نماز اور روزہ کا چرچا ہو۔ بُری رسومات سے بچنے کی توفیق ملے۔ خدا تعالےٰ ہمیں ان نیتوں اور ارادوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اس شر سے بھی جو ماحول کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے یعنی اللہ تعالےٰ ہمیں نظر بد سے بچائے اور اس شر سے بھی جو خود ہمارے نفس کے اندر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمیں بیرونی نظر بھی نہ لگے اور اندرونی طور پر بھی ہماری اصلاح ہو۔ اور اللہ تعالےٰ ہمیں ان فرائض کو کما حقہٗ پورا کرنے کی توفیق دے جو ہمارے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ اسلام اس وقت ترقی کرے گا جب ہم ان فرائض کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہم پر عائد کئے گئے ہیں اگر ہم ان کے مطابق زندگی بسر نہیں کریں گے تو اسلام ترقی نہیں کر سکتا اور اگر ہم نے اشاعت دین کی طرف توجہ نہ کی تب بھی اسلام ترقی نہیں کر سکتا۔

پس تم دعائیں کرو۔ ذکر الٰہی کرو اور اپنے

اعمال کی اصلاح کرو

تا خدا تعالےٰ تمہیں اشاعت دین کی توفیق بخشے جو تمہارے ذمہ لگائی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں حاسدوں کے حسد اور کینہ وروں کے کینے سے محفوظ رکھے۔ وہ تمہارا خود حافظ و ناصر ہو اور تمہیں ان دشمنوں سے بھی بچائے جنہیں تم جانتے ہو۔ اور ان دشمنوں سے بھی بچائے جنہیں تم نہیں جانتے۔

اشکروا یا آلَ داؤد شکراً

— از مکرم عبدالمنان صاحب ناہید —

اے کہ نسلِ مہدئ دوراں ہو تم ❊ راحتِ جان و دلِ سلماںؓ ہو تم

نورِ چشمِ سیدہ نصرت جہاںؓ ❊ سب بشاراتِ لبِ رحماں ہو تم

نصرتِ دیں تم سے وابستہ ہوئی ❊ درحقیقت حافظِ قرآں ہو تم

تم مسیحاؑ کی دعاؤں کے ثمر ❊ آرزوئے دیدۂ گریاں ہو تم

خشک سالی کی کئی صدیوں کے بعد ❊ کشتِ دیں کے واسطے باراں ہو تم

تم سے آئی باغِ احمد میں بہار ❊ اس چمن کے غنچۂ خنداں ہو تم

یثربی مے اور تمہارا میکدہ ❊ ساقیانِ بادۂ عرفاں ہو تم

دیں وہی اپنا وہی اپنی کتاب ❊ اک نئی تفسیر کا عنواں ہو تم

یوں ہوا ہے عہدِ الفت استوار ❊ جسم ہم ہیں اور ہماری جاں ہو تم

زندگی میں دم ہمارے دم سے ہے ❊ اور ہمارا چشمۂ حیواں ہو تم

اپنا گھر آباد درویشوں سے ہے ❊ اور چراغِ بزمِ درویشاں ہو تم

خاکسارانِ جہاں کے تاجدار ❊ بے نیازِ شوکتِ شاہاں ہو تم

غمگسارانِ فقیرانِ جہاں ❊ رونقِ بزمِ جہانداراں ہو تم

انجمن میں تم ہو صدرِ انجمن ❊ رازدارِ خلوتِ یزداں ہو تم

تم ہو ابنائے مسیحائے زماں ❊ عشق کے ہر درد کا درماں ہو تم

چشمِ بینا کے لئے صاحبقراں ❊ گو بظاہر بے سروساماں ہو تم

آنکھ خوں روتی رہی پچھلے دنوں ❊ کیوں اسیرِ حلقۂ زنداں ہو تم

کیوں نہ پیارے ہو نگاہِ عشق کو ❊ ساکنانِ کوچۂ جاناں ہو تم

تم سے وابستہ کئی یادیں ہوئیں ❊ یادگارِ مہدئ دوراں ہو تم

اشکروا یا آلِ داؤد ان دنوں
وارثانِ دولتِ ایماں ہو تم

مقامِ محمود

— از جناب اختر صاحب گوبندپوری —

تیری تقدیس کا قائل ہے جہانِ گذراں
تیری مرہون ہے یہ عظمتِ بزمِ دوراں

تجھ سے ملتے ہیں مرادوں کے مہکتے گلشن
دیدہ و دل ہیں فقط تیری ہی جانب نگراں

جن کے سینوں میں چمکتی ہے تجلّی تیری
اپنی منزل پہ پہونچ جاتے ہیں افتاں خیزاں

تیرے ہی دم سے کھلا فضلِ عمر کا مفہوم
تیرے ہی فیض سے ہر ذرّہ ہوا نور فشاں

جس کی بنیاد میں تھا تیرے تصوّر کا جمال
اس نشیمن سے گریزاں ہی رہی برقِ تپاں

تجھ سے چمکے گا غلامانِ محمد کا وقار
سینۂ دہر پہ لہرائے گا عظمت کا نشاں

اپنے اختر پہ بھی اک نگہِ کرم آلود
اے مرے عیسےٰ نفس اے مری روحِ ایماں

سرورِ بادۂ عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

— از مکرم ملک نذیر احمد صاحب ریاض لیکچرار جامعۃ المبشرین —

سرورِ بادۂ عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
وفورِ الفتِ یزداں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جمالِ شاہدِ رعنا کی جلوہ سامانی
حریفِ گردشِ دوراں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ آب و تابِ عقائد یہ جلوہ ہائے یقیں
ترے عمل سے نمایاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

فقیہہ شہر ہو صوفی ہو یا کوئی واعظ
شریکِ حلقۂ رنداں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ درسِ مہر و اخوت بھی خوب ہے لیکن
دلوں میں عظمتِ انساں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ریاضؔ دہر کے خوشرنگ لالہ زاروں میں
علاجِ تنگئ داماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے بھائیوں سے ایک گزارش

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی

از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس

تمام وہ احباب جنہیں اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے توفیق دی ہے۔ وہ آئیں اور بصد شوق آئیں۔ اور کثرت سے آئیں۔ مگر اس غرض کو حاصل کرنے کی نیت سے آئیں۔ جو جلسہ سالانہ کے بانی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے قیام کی قرار دی ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک و پارسا بنائے۔ اور اپنے قرب سے نوازے۔ آمین

ہمارا جلسہ سالانہ دنیا کے دوسرے جلسوں اور میلوں اور عرسوں کی طرح نہیں ہے۔ جو مختلف اغراض کے لئے کئے جاتے ہیں۔ بلکہ ہمارے جلسہ سالانہ کے قیام کی سب سے بڑی غرض جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ ہے:۔

"کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں۔ اور معرفت ترقی پذیر ہو"

پس ہر وہ شخص جو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آنے کا ارادہ کرے۔ اسے سفر سے پہلے یہ نیت کرنی چاہیئے۔ وہ سیر و تفریح کے لئے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی معرفت کے حصول کی خاطر اور اپنی دینی معلومات کو وسیع کرنے کی غرض سے یہ سفر اختیار کر رہا ہے۔ نیز اس لئے کہ تا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے متمتع ہو۔ اور ان کے روح پرور کلمات اور ایمان افروز تقریریں سنے۔ اور مختلف مقامات سے آنے والے بھائیوں سے تعارف پیدا کرے۔ اور ایک دوسرے سے تائیدات الٰہیہ کے واقعات سنکر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ اور جب اس نیت سے کوئی سفر اختیار کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سفر کو بابرکت بنا دے گا۔

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی

دنیا اپنے انکشافات پر نازاں ہے کہ اس نے ایٹمی قوت معلوم کرلی۔ اور ہائیڈروجن کی طاقت کا پتہ لگا لیا۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جو ایٹم وغیرہ کا خالق ہے اور وہی ہے جس نے ان میں یہ طاقتیں ودیعت کی ہیں بے انتہا طاقت رکھنے والا اور سب پر غالب ہے۔ پس ہمیں چاہیئے۔ کہ ہمارا مطمح نظر ہر حال میں اسی غالب خدا سے رشتہ پیدا کرنا ہو۔ اور اگر ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے۔ اور وہ ہمیں اپنے خادموں کی فہرست میں لکھ لے۔ تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی قوت ہمیں نہیں مٹا سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے۔ تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے۔ اور خدا اسے دیکھے گا۔ اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔

خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو۔ کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں"

اللہ تعالیٰ صرف پاک دل کو قبول کرتا ہے

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ پاک اور بے عیب ہے۔ صرف وہی شخص اس کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہو سکتا ہے۔ جو پاک دل ہو۔ اور اس کا نفس ہر قسم کے گناہ کی آلائش اور پلیدی سے پاک و صاف ہو۔ وہ نیکی سے محبت رکھے۔ اور بدی سے بکلّی متنفر ہو۔

گناہ سے بچنے کا ایک طریق

اگر کہو کہ ہم اپنے نفس کو گناہوں کی ناپاکی سے کیونکر بچا سکتے ہیں۔ تو اس کے لئے میں ذیل میں ایک طریق لکھتا ہوں۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے افراد سے خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اپنے مولا کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے۔ کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے۔ کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا"۔

اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محاسبہ نفس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تم ہر گھڑی اور ہر آن اپنے نفس کے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو۔ اور ڈرتے رہو۔ کہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے۔ جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو۔ جب صبح ہو۔ تو شام سے لے کر صبح تک کے اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لو۔ اور دیکھو کہ تم نے رات تقویٰ سے بسر کی یا نہیں۔ اور جب شام ہو۔ تو اپنے دن کے اقوال و افعال کا جائزہ لو۔ کہ وہ نیک تھے یا نہیں۔ جب تم اس رنگ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرو گے۔ تو تھوڑے دنوں میں تم اپنے نفس میں ایک نیک انقلاب محسوس کرو گے۔ اور تمہاری زندگی پاک زندگی ہو جائیگی۔

(۲) اسی طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مفتوح الغیب میں لکھتے ہیں۔

کہ انسان کو ہر حال میں یہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے۔ "امر یمتثلہ" دیکھے۔ کہ جس حالت میں وہ ہے۔ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے کسی حکم کو بجا لا رہا ہے۔ "او نھی یجتنبہ" یا وہ کسی ایسی بات سے اجتناب کر رہا ہے۔ جس سے اس نے منع کیا ہے۔ "قضاء یرضی بہ" نیز دیکھے کہ وہ عسر میں ہو یا یسر میں۔ خدا کی قضا پر راضی ہے؟

ان تین فقروں میں حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کو اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق بنانے کا نہایت عمدہ طریق بتا دیا ہے۔ کیونکہ جب کبھی انسان کسی بدی کا ارادہ کرے گا۔ تو اس وقت اگر وہ اپنے نفس میں سوچے گا۔ کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ تو اس کے دل میں تقویٰ ہو گا۔ تو وہ اس کام کے کرنے سے رک جائے گا۔ اسی طرح جب وہ کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ یا کوئی طبعی کام جائز طور پر کریگا۔ اور اس نیت سے کرے گا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا اجازت دی ہے۔ تو وہ اس کے لئے موجب ثواب بن جائے گا۔ مثلاً اگر وہ کھانا کھاتے وقت اور پانی پیتے وقت یہ نیت کرے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلوا واشربوا کا حکم دیا ہے۔ تو اس کا کھانا اور پینا بھی باعث ثواب بن جائیگا۔ اور اسی طرح جب لا تسرفوا کے ماتحت اسراف سے اجتناب کرے گا۔ تو وہ بھی اس کی ایک نیکی شمار ہو گا۔ اسی طرح جب وہ مصائب اور تکالیف کے وقت اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو گا۔ تو اس کا یہ فعل اس کے رفع درجات کا موجب ہو گا۔ الغرض انسان کا ہر وقت اپنی حالت کا جائزہ لیتے رہنا کہ جس حالت میں بھی ہو۔ غور کرے کہ آیا وہ خدا تعالیٰ کے کسی حکم کو بجا لا رہا ہے۔ یا کسی ایسی بات سے اجتناب کر رہا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آخر کار اسے گناہوں سے نجات دلانے کا باعث ہو جائیگا۔

پس اپنے نفس کا صبح و شام محاسبہ کرتے رہنا انسان کو آخر کار نیک و پارسا بنا دیتا ہے۔ اور گناہ کی آلائشوں سے پاک اور منزہ کر دیتا ہے۔

پس تمام وہ احباب جنہیں اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے توفیق دی ہے۔ وہ آئیں اور بصد شوق آئیں۔ اور کثرت سے آئیں۔ مگر اسی غرض کو حاصل کرنے کی نیت سے آئیں۔ جو جلسہ سالانہ کے بانی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے قیام کی قرار دی ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک و پارسا بنائے۔ اور اپنے قرب سے نوازے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور معجز نمائی کا ایک غیر معمولی نشان ہے۔ کیونکہ ہر سال یہ جلسہ دنیا پر واضح کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی برگزیدہ بندے سے کوئی وعدہ کرتا ہے تو پھر ظاہری حالات خواہ بالکل مخالف ہوں اور اس وعدے کا پورا ہونا کتنا ہی ناممکن نظر آئے لیکن اللہ تعالیٰ بہرحال اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے۔ اور اس طرح بتا دیتا ہے کہ

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں **احیائے اسلام** اور **قیام شریعت** کے لئے مامور فرمایا تو اس نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا دوں گا"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق"۔

یعنی اے مسیح تجھ سے فیضیاب ہونے کے لئے اس طرح دور دراز سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

جب یہ الہامات نازل ہوئے تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو خود ان کے گاؤں میں رہنے والے بھی نہ جانتے تھے۔ ظاہری حالات سراسر مخالف تھے اور جب آپنے ماموریت کا دعویٰ فرمایا تو آپ کو قدم قدم پر شدید مخالفتوں ابتلاؤں اور روکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام مخالف حالات کے جمع ہو جانے کے باوجود اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اسی شان کے ساتھ پورا فرمایا کہ آج آپ کے مخالفین بھی چاروناچار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ

"قادیانی جماعت تمام مخالفتوں کے علی الرغم بڑھتی چلی گئی۔ اور آج تک مخالفت کے جتنے طوفان اس کے خلاف اٹھے ان کی لہریں تو آہستہ آہستہ دبتی رہیں مگر یہ گروہ پھیلتا ہی چلا گیا"۔

(جماعت اسلامی کا ترجمان ہفت روزہ المنیر، لائل پور، ۸ر اگست ۱۹۵۵ء)

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کے اسی وعدہ کے پورا ہونے کا ایک عملی مظاہرہ ہے جو ہر سال احمدیت — یعنی احیائے اسلام کی خدائی تحریک کی تدریجی ترقی اور کامیابی کی ایک جھلک دنیا کو دکھاتا ہے۔ اس جلسے کا آغاز اور پھر سخت ناساعد حالات کے باوجود ہر سال اس کی مقبولیت، شہرت، رونق اور برکت میں اضافہ فی الحقیقت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک نہایت ایمان افروز باب ہے۔ جس کا مطالعہ احمدیت کی صداقت کی ایک محکم دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔

ذیل میں ہم سالانہ جلسے کے اغراض و مقاصد، ابتدائی عہد کے جلسوں کی روئیداد اور پھر ہر سال اسکی رونق و شہرت میں اضافے کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کرتے ہیں:-

آج سے اکسٹھ برس قبل ۱۸۹۱ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی۔ حضور نے اس جلسے کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے لئے ایک اشتہار شائع فرمایا، جس میں حضور نے تحریر فرمایا:

۱۔ "اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں"۔

۲۔ "اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے"۔

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

۳۔ "چونکہ ہر ایک کیلئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سالی تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے ..... لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین .... تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں"۔

۴۔ "اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"۔

یہ ہیں وہ اغراض و مقاصد جن کے تحت جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی گئی!

سب سے پہلا سالانہ جلسہ

سب سے پہلا سالانہ جلسہ ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو قادیان کی مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا، جس میں ۷۵ کے قریب احباب شامل ہوئے۔ جلسے میں شامل ہونے والوں میں بعض غیراز جماعت معززین بھی شامل تھے۔ مثلاً منشی شمس الدین صاحب، جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور بھی اس میں شامل ہوئے۔

روئیداد جلسہ

اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ممتاز اور جلیل القدر صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب فاضل سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کا معرکۃ الآرا مضمون بعنوان "آسمانی فیصلہ" پڑھ کر سنایا، جس میں حضور نے قرآن مجید کی رو سے کامل مومنوں کی چار علامتیں واضح کر کے قوم سے اپیل کی تھی کہ وہ ان علامتوں کی رو سے حضور کی صداقت کو پرکھنے کی کوشش کرے۔

(حیات احمد، جلد سوم)

جلسہ سالانہ کو ناکام بنانیکی کوششیں

دوسرا سالانہ جلسہ مؤرخہ ۲۷ر تا ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو منعقد ہوا۔ اس جلسے کو ناکام بنانے کے لئے مخالفین نے بہت کوششیں کیں۔ یہ فتویٰ دیا گیا کہ اس جلسے پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور جس شخص نے ایسا جلسہ تجویز کیا ہے وہ مردود ہے (نعوذ باللہ) یہ فتویٰ لاہور کی چینیاں والی مسجد کے امام مولوی رحیم بخش صاحب نے جاری کیا اور دیگر مخالفین سلسلہ نے اس کی تائید کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فتویٰ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو "قیامت کی نشانی" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا، جس میں یہ ثابت فرمایا کہ یہ فتویٰ اسلام کی رو سے سراسر غلط اور باطل ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

علاوہ ازیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضور پر فتویٰ کفر لگایا اور ملک بھر میں پھر کر اسکی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی۔

دوسرا سالانہ جلسہ

مندرجہ بالا کوششوں کے نتیجہ میں بجائے اسکے کہ یہ جلسہ ناکام رہتا، دوسرے سال جلسے کی حاضری پہلے کی نسبت کم و بیش چھ گنا زیادہ ہو گئی۔ چنانچہ

مختلف سالانہ جلسوں میں شامل ہونیوالوں کی تعداد

سال		تعداد
۱۸۹۱ء	=	۷۵
۱۸۹۲ء	=	۵۰۰
۱۹۰۸ء	=	آٹھ سو
۱۹۱۴ء	=	دو ہزار
۱۹۲۴ء	=	پندرہ ہزار
۱۹۳۹ء	=	چالیس ہزار
۱۹۵۲ء (بمقام ربوہ)	=	پچاس ہزار

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونیکا ایک عملی مظاہرہ ہے۔ یہ جلسہ ہر سال احمدیت — یعنی احیائے اسلام کی خدائی تحریک کی تدریجی ترقی اور کامیابی کی ایک جھلک دنیا کو دکھاتا ہے۔ اس جلسے کا آغاز اور پھر سخت ناساعد حالات کے باوجود ہر سال اسکی مقبولیت، شہرت، رونق اور کامیابی میں اضافہ فی الحقیقت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک نہایت ایمان افروز باب ہے۔

قریباً ۵۰۰ اشخاص جلسے میں شامل ہوئے۔ جو مہمان باہر سے جلسے میں شریک ہونے کے لئے آئے ان کی تعداد قریباً ۳۲۷ تھی۔

حضرت مولینا نورالدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ جموں سے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مالیر کوٹلہ سے اور بابا زین الدین ابراہیم صاحب انجنیئر بمبئی سے جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے (ایمانات احمدیہ)

جلسے کی روئداد

"پہلے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے قرآن شریف کی آیات کی تفسیر بیان کی ... . . . سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا . . .

. . . حضرت اقدس مرزا صاحب نے علماء حال کی چندان باتوں کا جواب دیا جو ان کے نزدیک بنیاد تکفیر ہیں اور اس کے ساتھ اپنے مسیح موعود ہونے کا آسمانی نشان کے ذریعہ سے ثبوت دیا . . . . .

اس کے بعد حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے احباب کی باہمی محبت اور تقوی اور طہارت کے بارے میں مناسب وقت چند نصیحتیں کیں . .

. . . ۲۸ دسمبر کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے . . . . . یہ قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریات اسلام کا جامع اور عقائد اسلام کا خوبصورت چہرہ معقول طور پر دکھاتا ہو۔ تالیف ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیجدی جائیں . . . . . یہ بھی تجویز ہوا کہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی اس سلسلہ کے واعظ مقرر ہوں اور ہندوستان میں دورہ کریں۔ بعد اس کے دعائے خیر کی گئی۔" (آئینہ کمالات اسلام)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے تأثرات

حضرت ام المؤمنین نور اللہ مرقدہا کے والد بزرگوار حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ اس جلسے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس جلسہ میں تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے۔ جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا ہے، امیر، غریب، نواب، انجنیئر، تھانیدار، تحصیلدار، زمیندار، سوداگر، حکیم غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ ہاں چند مولوی بھی تھے، مگر مسکین مولوی۔"

صداقت کا نشان

اس جلسے کو حضرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔ چنانچہ حضور نے تحریر فرمایا:۔

"سال گذشتہ میں جب ابھی فتوی تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا تیار نہیں ہوا تھا . . . صرف . . . . صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان تشریف لائے تھے۔ مگر اب جبکہ فتوی تیار ہو گیا بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگایا . . . . . اپنے ہم خیال علماء سے اس فتوی پر مہریں ثبت کرائیں . . .

. . . تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے ۳۲۷ احباب شامل جلسہ ہوئے۔ اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالے کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا۔" (آئینہ کمالات اسلام)

مندرجہ بالا تفصیل سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے جلسہ سالانہ کی بنیاد کتنی نیک اغراض و مقاصد کے ماتحت رکھی گئی۔ ابتدائی جلسوں میں حاضری کیا تھی کن کن طبقوں کے افراد ان میں شامل ہوئے، کیسی تقریریں کی گئیں اور کسطرح روز اول ہی سے مخالفین نے اس جلسے کو ناکام بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

خلافت اُولیٰ اور خلافت ثانیہ میں سالانہ جلسے!

ان ابتدائی جلسوں کے بعد مخالفانہ کوششیں زیادہ منظم، وسیع اور تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئیں۔ لیکن واقعات اس پر شاہد ہیں کہ جوں جوں مخالفت کے طوفان شدت اختیار کرتے چلے گئے سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالے کے وعدے کے مطابق ترقی کرتا چلا گیا۔ اور ہر سال جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ اس ترقی کا ایک زندہ ثبوت پیش کرتا رہا۔ چنانچہ:۔

جب ۱۹۰۸ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس بانی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور دنیا یہ گمان کرنے لگی کہ یہ سلسلہ اب ہمیشہ کیلئے "ختم" ہوا کہ ہوا تو اس سال دسمبر میں جماعت کے سالانہ جلسے میں کم و بیش آٹھ سو اشخاص نے شرکت کی۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور مخالفین سلسلہ کی تباہی کے خواب دیکھنے لگے لیکن اس سال سالانہ جلسے میں دو ہزار احمدی شامل ہوئے۔ ۱۹۲۳ء تک یہ جلسہ مسجد نور کے صحن میں ہوتا رہا۔ لیکن ۱۹۲۴ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے وسیع میدان میں جلسہ گاہ بنایا گیا، جس میں دس بارہ ہزار اشخاص کے بیٹھنے کی گنجائش رکھی گئی لیکن "حضور کی تقریر کے وقت تمام گیلریاں، اندرونی میدان اور دروازے پُر ہو گئے۔ اور صرف بیرونجات سے آنیوالے مہمانوں کی تعداد تیرہ چودہ ہزار تک پہنچ گئی۔ (الفضل ۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

ہر سال یہ تعداد بڑھتی چلی گئی حتی کہ جب ۱۹۳۹ء کا جلسہ سالانہ ہوا جبکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی پچیس سالہ خلافت جوبلی منائی گئی تو یہ تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی۔

قیام پاکستان اور قادیان سے ہجرت!

قیام پاکستان اور ۱۹۴۷ء کے خونریز فسادات میں جماعت احمدیہ کو بھی دیگر مسلمانوں کی طرح سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اور اسے اپنے محبوب مرکز قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اور جماعت کی طاقت پاکستان اور بھارت میں منقسم ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی فضل اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی بالغ نظر قیادت میں جلد ہی ربوہ میں جماعت کا نیا مرکز قائم ہو گیا۔

ربوہ میں الٰہی وعدہ پورا ہونے کا نظارہ!

اپریل ۱۹۴۹ء میں ربوہ میں جماعت کا پہلا سالانہ جلسہ ہوا جس کے بعد ہر سال جلسے میں شامل ہونے اور اس کی برکات حاصل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ حاضرین کی تعداد ۱۹۵۰ء میں پچیس ہزار اور ۱۹۵۱ء میں تیس ہزار پانچسو تھی۔ جب ۱۹۵۲ء میں جلسہ ہوا تو قریباً ایک ہزار کارکن صرف مہمانوں کی خدمت اور انتظامات جلسہ کرنے پر متعین تھے اور حاضرین جلسہ کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی۔ اس جلسہ میں پاکستان کے احمدیوں کے علاوہ بیرونی ممالک کے احمدی بھی شامل ہوئے۔ چنانچہ جرمنی امریکہ۔ شام سوڈان۔ حبشہ۔ برما۔ چین۔ انڈونیشیا افریقہ۔ برٹش گی آنا (جنوبی امریکہ) کے احمدی جماعتوں کے نمائندوں نے بھی بصد عقیدت اس موقعہ پر اپنے محبوب امام کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اور اس طرح ربوہ کی بے آب و گیاہ مقدس وادی میں بھی اللہ تعالے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کا نام "زمین کے کناروں تک پہنچنے" کی بشارت کے پورا ہونے کا روح پرور نظارہ دکھلا دیا۔ الحمد للہ علی ذالک (الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۲ء)

الغرض جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کی بنیاد آج سے اکسٹھ برس قبل ایسے حالات میں رکھی گئی جس میں ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے کامیابی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی تھی ——— اسی فضا میں احمدیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس بابرکت اجتماع کی مقبولیت، رونق، شہرت اور برکت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بلکہ ناموافق حالات جس قدر زیادہ پیدا ہوئے اور مخالفتوں عداوتوں ابتلاؤں اور روکاوٹوں کے طوفان جتنی شدت اختیار کرتے چلے گئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور معجزنمائی نے اس جلسے کی کامیابی کو بھی اتنا ہی زیادہ نمایاں کیا۔

اور اس طرح دنیا کو بتا دیا
کہ خدائے قادر و توانا جب
کسی جماعت کو اپنی نصرت
و تائید سے نوازنے کا
ارادہ فرمالے تو پھر دنیا
کی کوئی طاقت اس ارادہ
کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔

کاش دنیا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے اس کھلے نشان سے فائدہ اٹھائے!!

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کی بنیاد آج سے اکسٹھ برس قبل ایسے حالات میں رکھی گئی جب کہ ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے کامیابی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی تھی ——— لیکن اسی فضاء میں احمدیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس بابرکت اجتماع کی مقبولیت، رونق، شہرت اور برکت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا بلکہ ناموافق حالات جسقدر زیادہ پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور معجزنمائی نے اس جلسے کی کامیابی کو بھی اتنا ہی زیادہ نمایاں کر دیا۔ الحمد للہ علی ذلک

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کی شدید علالت اور دعاؤں کے نتیجہ میں صحت یابی

دعاؤں کی قبولیت کا تازہ نشان

(از مکرم محمد اجمل صاحب شاہد بی اے مبلغ سلسلہ)

—— (۱) ——

موجودہ زمانہ میں شائد جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو دعاؤں کی قبولیت کی نہ صرف دعویدار ہے بلکہ اس ضمن میں زندہ اور تازہ نشانات بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس جماعت کے ہر فرد نے انفرادی اور اجتماعی رنگ میں اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ جب بھی مصائب و مشکلات نے ان کے مطلع کو سیاہ و تاریک بادلوں سے ڈھانک دیا۔ اور ناامیدی و یاس نے اس کے دل پر تصرف جمانا چاہا تو اس وقت صرف دعا ہی ایک ایسا کامیاب اور مفید حربہ ثابت ہوئی کہ جس سے مصائب کے بادل قدرتی تصرف سے چھٹ گئے اور آسمانی نور نے دل کی تاریکیوں کو کافور کر کے از سر نو منور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان اور یقین صرف اسی جماعت کو حاصل ہے کہ جس نے ہر قدم پر خدائی نشانات اور اس کی زندہ تجلیوں کو دیکھا اور اپنی عشق و سوز سے گداز دعاؤں کی قبولیت کا عملی ثبوت دیکھا۔

—— (۲) ——

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ مسلمانوں میں کئی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہو چکی تھیں۔ انہیں میں سے ایک قبولیت دعا کا مسئلہ تھا۔ باوجودیکہ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ ادعونی استجب لکم کہ مجھے پکارو اور میں اسے قبول کروں گا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں میں سے سرسید وغیرہ کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ دعا محض عبادت ہے اور اس میں اثر و تاثیر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلط خیال کی بڑی سختی سے تردید کی۔ آپ نے عملی رنگ میں بتایا کہ خدا تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور جو شخص بھی صحیح رنگ میں دعا کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور وہ مشکلات کے پنجہ سے نجات بخشتا ہے چنانچہ آپ اپنی کتاب "برکات الدعاء" میں دعا کے منکر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ وہ تجربہ کے لئے آپ کے پاس آئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اے کہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب"

پھر آپ نے عقلی طور پر بھی یہ فرمایا کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کی ذات کا کیسے علم ہو سکتا ہے جب تک وہ ہم سے ہمکلام نہ ہو یا ہماری باتوں کو سُن کر ان کا جواب نہ دے۔ خدا تعالیٰ کی ذات غیب کے پردہ میں ہے اور ہمیں نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر وہ ہم سے کلام بھی نہ کرے تو ہمیں اس کے وجود کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

"بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی"

—— (۳) ——

اس وقت جماعت احمدیہ کے علاوہ جو جماعتیں اسلام کا دم بھرتی ہیں اور اسلام کے احیاء و تجدید کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اگر ان کی طرف غور سے دیکھا جائے تو ان کی تمام تر توجہ مادی اور تکوینی اسباب کی طرف ہے اور وہ سمجھتی ہیں کہ ان کی ترقی اور پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ صرف دنیوی وسائل کو بروئے کار لانے میں ہے وہ معقول رنگ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کی قائل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اپنے عقیدہ کے لحاظ سے اسے زیادہ حیثیت نہیں دیتے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی ناکامی و نامرادی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو زندہ تصور نہیں کرتے۔ لیکن ان کے برعکس جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کو ایک زندہ ہستی مانتی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ دنیوی تدابیر سے بڑھ کر سب سے بڑی تدبیر دعا ہے کہ جو ناممکن امور کو ممکن میں بدل کر رکھ دیتی ہے چنانچہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرے۔ اتنی محبت پیدا کرے کہ اس کے بعد تمہاری باتوں کو وہ رد نہ کر سکے بلکہ تمہاری دعائیں قبول کرنے لگ جائے۔ یہی گُر ہے تمہاری کامیابی کا۔ اس کے سوا کوئی گُر نہیں ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو گا تو وہی جو اس نے کہا ہے۔ مگر اس کے لئے ہمیں بھی کچھ تدبیر کی ضرورت ہے اور ہماری تدبیر دعا ہے۔ دنیوی تدبیر نہ ہمارے پاس ہے نہ ہم کر سکتے ہیں۔ مگر دعا بھی ایک تدبیر ہے بندے کی طرف سے تدبیر دعا ہے اور دعا کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر ہے۔ جب یہ تدبیر اور تقدیر جمع ہو جاتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ فضل کر دیتا ہے۔"

(خطبہ ۲۷ نومبر ۵۵ء)

اسی طرح حضور فرماتے ہیں ؎

"غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو"

جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے انفرادی اور اجتماعی رنگ میں دعاؤں کی عظیم الشان برکات کو دیکھا ہے اور اس بات کو محسوس کیا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک قادر مطلق ہستی ہے جو اپنے بندے کو مشکلات و مصائب سے نجات دیتی ہے

پھر دعاؤں کے ذریعہ سے صحت پر فوری اثر پڑنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ ہمارا عقیدہ ہی نہیں بلکہ واقعاتی طور پر بھی بات یہی ہے کہ جب بھی جماعت کے دوستوں نے خصوصی رنگ میں دعا کی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری طبیعت میں بحالی پیدا ہوئی ہے۔ ان دنوں انصار اللہ کے ممبران جو اپنے پہلے سالانہ اجتماع کے سلسلے میں یہاں آئے ہوئے تھے راتوں کو جاگ جاگ کر میرے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج صبح میں نے اپنی طبیعت میں خاص بشاشت اور بحالی محسوس کی ہے اور میں اپنے اندر کام کرنے کی عام دستور سے زیادہ توفیق پاتا ہوں۔ جب بھی دعاؤں کے ذریعہ سے بیماری کا اثر زائل ہوتا ہے تو ایسی تندرستی محسوس نہیں ہوتی جیسے کہ بیماری کے حملہ سے پہلے تھی۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جسم پر بیماری کا ایسا تصرف نہیں رہتا جیسا کہ بعض وقت محسوس ہوتا ہے۔"

(الفضل ۲۴ نومبر ۵۵ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ سے دعاؤں کی فوری تاثیر کا علم ہوتا ہے اور یہ بات ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو دعاؤں کی تاثیر کے منکر ہیں اور اسے محض عبادت سمجھتے ہیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت میں دعاؤں کی وجہ سے واضح اور نمایاں اثر بتلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے اور اسے قبولیت بخشتا ہے۔

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

قبولیت دعا کا مسئلہ اس زمانہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تمام جماعتیں جو اسلام کا دم بھرتی ہیں وہ اپنی اور اسلام کی ترقی صرف مادی وسائل و اسباب سے وابستہ قرار دیتی ہیں۔ ان کے نزدیک دعا کی حیثیت صرف ایک عبادت کی سی رہ گئی ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ نہ ان کو سنتا ہے اور نہ انہیں قبول کرتا ہے۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلطی کا ازالہ فرمایا اور عقلی اور عملی رنگ میں بتایا کہ خدا تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو سنتا ہے اور یہی ایک ایسا نشان ہے جو خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ نے دعاؤں کے نتیجہ میں ہزاروں نشانات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ حال ہی میں حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کا ایک شدید بیماری سے صحت یاب ہونا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا جانا کہ آپ کی صحت کا دارومدار دواؤں پر نہیں بلکہ دعاؤں پر ہے خود ایک تازہ نشان ہے اور ہمیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جہاں ہم دعاؤں کی قبولیت کے اس نشان پر غور کریں وہاں حضور کی صحت کے لئے انفرادی اور اجتماعی رنگ میں دعائیں کریں تاکہ آپ کی قیادت میں ہم اسلام کی فتح کا دن قریب دیکھ سکیں۔

جنت و دوزخ کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات

اور

اسلام کے پیشکردہ نظریہ سے ان کا موازنہ

از مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی

اس مضمون کی تیاری میں میں نے منجملہ بعض دیگر کتابوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" "تفسیر کبیر فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور سیرت النبی مؤلفہ سید سلیمان صاحب ندوی سے خصوصیت سے استفادہ کیا ہے۔

> اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسانی ارواح کو سعادت ابدی اور ترقیات غیر متناہی عطا کی جائیں۔ اس سعادت و ترقی کی بنیاد اس نے اعمال نیک کے حصول اور اعمال بد سے پرہیز پر رکھی ہے۔ غیر متناہی ترقیات کے عالم کا نام بہشت ہے اور اس عالم کا نام جہاں دنیاوی کمیوں کی تلافی اور اعمال بد کے نتائج سے پاکی حاصل ہوگی دوزخ ہے،

موجودہ دنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ایک دار العمل ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ خدائی صفات اپنے اندر پیدا کر کے اس دنیا میں اس کی جانشینی کے فرائض سرانجام دے۔ لیکن اس نے فرشتوں کی طرح انسان کو اعمال میں پابند قرار نہیں دیا۔ کہ اس سے صرف اعمال خیر ہی صادر ہو سکیں۔ اور سوائے خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرنے کے اور کسی کام کی طرف وہ متوجہ ہی نہ ہو سکے۔ خدا تعالیٰ کا منشاء انسان کو پیدا کرنے سے یہ تھا۔ کہ اس کی صفات کامل طور پر ظاہر ہو سکیں [illegible] کر سکے۔ یہ مقصد ایک ایسی ہستی کو پیدا کرنے سے پورا ہو سکتا تھا۔ جسے وہ اعمال بجالانے میں ہر قسم کی آزادی دے۔ اور اس پر کوئی روک اور بندش نہ ہو۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے آزاد چھوڑ دیا کہ خواہ وہ نیک اعمال بجا لا کر اپنے آپ کو زمین میں خدا تعالیٰ کا جانشین ثابت کر دے۔ یا بد اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو خدا کے غضب کا مستحق بنا لے۔ نیک اعمال کرنے والے کو اس نے جنت کا وعدہ دیا۔ اور بد اعمال کرنے والے کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا

اللہ تعالیٰ کا منشاء دراصل یہ ہے۔ کہ انسانی ارواح کو سعادت ابدی اور ترقیات غیر متناہی عطا کی جائیں۔ مگر اس سعادت و ترقی کی بنیاد اس نے اعمال نیک کے حصول اور اعمال بد سے پرہیز پر رکھی ہے۔ اس عالم کا نام جہاں ہمیشہ سعادت اور غیر متناہی ترقیات ملتی ہیں بہشت ہے۔ اور اس عالم کا نام جہاں جا کر دنیاوی کمیوں کی تلافی اور اعمال بد کے نتائج سے پاکی حاصل ہوگی دوزخ ہے۔

جنت اور جہنم کے لغوی معنے۔ جنت اور دوزخ کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہمیں یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ ان دونوں الفاظ کے لغوی معنے کیا ہیں۔ اور انہیں یہ نام کس غرض سے دیئے گئے ہیں۔

مفردات امام راغب میں جنت کے لفظ کی بایں طور تشریح کی گئی ہے۔

"جنت جن میں سے ہے جن کے اصل معنے کسی چیز کو ڈھانپنے کے ہیں۔ چنانچہ جنۃ اللیل کا محاورہ یہی معنے ادا کرنے کے لئے مستعمل ہے کہ رات نے اسکو ڈھانپ لیا۔ اسی جنت ہر اس باغ کو کہتے ہیں جس میں کثرت سے درخت ہوں۔ اور وہ درختوں کے سایہ سے زمین کو ڈھانپ لے۔ ڈھانپنے اور چھپانے والے یعنے گھنے درختوں کو بھی جنت کہتے ہیں۔ بہشت کو اس لئے جنت کے نام سے پکارا گیا ہے۔ کہ یا تو وہ دنیاوی باغات کے مشابہ ہے اگرچہ ان میں اور اس میں بہت فرق ہے۔ یا اس وجہ سے ہے کہ اس کی نعمتیں ہم سے پوشیدہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت فلا تعلم نفس ما اخفی لہم میں فرمایا ہے کہ جنت کی نعماء کا کسی کو علم نہیں۔"

جہنم کے متعلق لسان العرب میں لکھا ہے۔ کہ یہ لفظ دراصل بئر جہنم ہے۔ جس سے مراد ہوتی ہے بعیدۃ القعر گہری تہ والا کنواں۔ دوزخ کو اس لئے جہنم کہا جاتا ہے کہ اس کی تہ گہری ہوگی

دوزخ و جنت کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات

ان ابتدائی امور کے بیان کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ جنت و دوزخ کے متعلق بڑے بڑے مذاہب عالم کے کیا نظریات ہیں۔ اور ان میں عذاب و ثواب کے ان ذریعوں کو کس شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

دنیا میں اس وقت تین بڑے بڑے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ہندو مذہب جس کی بنیاد چار ویدوں پر ہے۔ عیسائیت جس کی بنیاد عہد نامہ قدیم یا بالفاظ دیگر یہودیت اور عہد نامہ جدید پر ہے۔ اور اسلام جس کا سرچشمہ قرآن کریم ہے۔

ہندو مت کا نظریہ

ہندو مذہب میں اس دوسری دنیا کو دوسرے جنم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کا خیال ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح اس کے اچھے یا برے کاموں کے مطابق کسی جانور یا گھاس پھوس یا درخت کے قالب میں جا کر اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتتی ہے۔ اور پھر انسانوں کے قالب میں لائی جاتی ہے اور کام کرتی ہے۔ اس کے بعد جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کو یم لوک میں جانا پڑتا ہے۔ جہاں نرک (دوزخ) ہیں۔ وہاں اسے ہر قسم کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ بعد ازیں وہ اپنے اچھے کاموں کی بدولت چندر لوک (چاند کی دنیا) میں جاتی ہے۔ جس روح کے کچھ کام اب بھی باقی ہیں۔ وہ اس دنیا میں ہوا بادل اور بارش کے ذریعہ دوبارہ آتی ہے۔ اور اپنے کام کے مطابق حیوانات یا نباتات کے روپ میں سزا پاتی ہے۔ اور پھر چھوٹ کر انسان بنتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کام اتنے اچھے ہو جائیں۔ کہ وہ سزا کے قابل نہ رہ جائے۔ اس وقت وہ مادی قالبوں کی قید سے نجات پا کر سورج لوک اور چندر لوک وغیرہ اجرام سماوی کی دنیاؤں میں جا کر آرام کرتی ہے۔ بعد ازاں اپنے علم و عمل کی کسی کمی کے سبب سے بادل، ہوا، اناج یا کسی دوسری مخلوق کے قالب میں ہو کر اس کو اس دنیا میں پھر آنا پڑتا ہے۔ اور پھر وہی عمل شروع ہوتا ہے یعنی وہ نئے نئے جنموں میں سزا بھگتتی ہے۔ اور اس وقت تک آواگون کے چکروں میں پھنسی رہتی ہے۔ جب تک اس سے اچھے یا برے کام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ (ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق کامل اور دائمی نجات کی صورت صرف یہ ہے کہ انسان سے اچھا یا برا کوئی کام صادر ہی نہ ہو۔ یہی ترک عمل روح کو [illegible] کی قید سے آزاد کر کے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دلاتا ہے) یہ موجودہ دنیا پرلے (قیامت) کے بعد جب پھر نئے سرے سے بنیگی تو پھر وہی عمل اور سزا یعنی آواگون کا چکر شروع ہوگا۔ اور پھر اسی طرح چھٹکارا پائے گی اور پھر دوسرے پرلے کے بعد نیا دور اسی طرح شروع ہوگا۔ یہ چکر اسی طرح ہمیشہ کے لئے جاری رہیگا اور اس سے انسان کبھی بھی نکل نہ سکے گا۔

یہودیوں کا نظریہ

جہاں تک بائیبل کا تعلق ہے اس میں استنباطی طور پر حیات بعد الممات کا ذکر ضرور آیا ہے لیکن یہودی اور عیسائی ان آیات کو اسی دنیا پر چسپاں کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں ان کا طرز فکر عام مسلمانوں سے بالکل الٹ ہے جہاں عام مسلمان ان بیشتر آیات کو جو ان کی دنیاوی ترقی اور کامرانی کے دنیاوی انحطاط کے متعلق بطور پیشگوئی قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں آخرت پر چسپاں کر دیتے ہیں وہاں یہودی اور عیسائی بائیبل کی ان آیات کو جو بعث بعد الموت اور آخرت کی زندگی کے متعلق ہیں، دنیاوی زندگی پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ جن قوموں میں دین کی طرف سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے تو بڑھتے بڑھتے ان کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ دنیا کی محبت موت کو بھلا دیتی ہے۔ اور اخروی زندگی پر سے ان کا ایمان بالکل اٹھ جاتا ہے۔ یہی حال یہودیوں کا ہوا۔ جب ان میں دین کیطرف سے غفلت پیدا ہوگئی اور دنیا کمانے کا جذبہ حد سے بڑھ گیا تو اخروی زندگی پر سے ان کا ایمان بالکل اٹھ گیا۔ اور ان کی تمام تر توجہات دنیا کمانے اور اسی کی لذات حاصل کرنے کی طرف مبذول ہوگئیں۔

جب انہوں نے اپنی کتابوں میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مختلف انعامات کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ تو چونکہ ان کی تمام تر توجہ دنیوی انعامات اور عیش وعشرت کے سامان کے حصول کی طرف تھی۔ اس لئے انہوں نے غلو کرکے یہ ساری باتیں دنیا کے متعلق سمجھ لیں۔ اور جن حصوں کو اس خیال کے مطابق کرنے میں دقت محسوس ہوئی۔ ان حصوں کو بائیبل سے بالکل نکال دیا یہود کی اکثریت سارے انعام اسی دنیا میں مانگتی تھی۔ اور سزا بھی اسی دنیا میں طلب کرتی تھی۔ یہ گروہ بعث بعد الموت کا منکر تھا۔ اور صدوقی کہلاتا تھا۔ چنانچہ مرقس کی انجیل میں لکھا ہے:۔

"پھر صدوقیوں نے جو کہتے ہیں۔ کہ قیامت نہیں ہوگی۔ یسوع کے پاس آکر اس سے یہ سوال کیا۔ کہ اے استاد! ہمارے لئے موسیٰ نے لکھا ہے۔ کہ اگر کسی کا بھائی بے اولاد مر جائے۔ اور اس کی بیوی رہ جائے۔ تو اس کا بھائی اس کی بیوی کو لے لے۔ تاکہ اپنے بھائی کے لئے نسل پیدا کرے۔ سات بھائی تھے۔ پہلے نے بیوی کی اور بے اولاد مر گیا۔ دوسرے نے اسے لیا اور بے اولاد مر گیا۔ اور اسی طرح تیسرے نے لیا یہاں تک کہ ساتوں بے اولاد مر گئے۔ سب کے بعد وہ عورت بھی مر گئی۔ قیامت میں یہ ان میں سے کس کی بیوی ہوگی؟ کیونکہ وہ ساتوں کی بیوی بنی تھی۔ یسوع نے ان سے کہا۔ کیا تم اس سبب سے گمراہ نہیں ہو۔ کہ نہ کتاب مقدس کو جانتے ہو۔ نہ خدا کی قدرت کو۔ کیونکہ جب لوگ مُردوں میں سے جی اٹھیں گے۔ تو ان میں بیاہ شادی نہ ہوگی۔ بلکہ آسمان پر فرشتوں کی مانند ہوں گے۔" (مرقس باب ۱۲ آیت ۱۸ تا ۲۶)

صدوقیوں کے علاوہ بعض لوگ ایسے بھی تھے۔ جو پوری طرح جزا وسزا اور حشر ونشر کے عقیدے سے آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ وہ لوگ قیامت اخروی زندگی اور جنت و دوزخ کے عقائد کو مانتے تھے۔ یہ لوگ فریسی کہلاتے تھے۔ البتہ یہ بھی اپنے متعلق یہی خیال کرتے تھے۔ کہ ہم کو کچھ زیادہ سزا نہیں ملے گی۔ کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اور اگر کوئی سزا ملی بھی تو وہ صرف چند دن کی ہوگی۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہودی عقیدے کے برعکس بائیبل میں استنباطی طور پر بعث بعد الموت کا ذکر ضرور موجود ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بعض حوالہ جات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

استثنا (باب ۳۱ آیت ۱۶) میں لکھا ہے:۔

"تب خداوند نے موسیٰ کو دیکھا تو فرمایا۔ دیکھ تو اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہے گا۔"

اس کے معنے صاف ہیں۔ کہ وفات پانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح اپنے باپ دادوں کے ساتھ رکھی جائے گی۔ یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ جہاں ان کے باپ دادوں کی قبریں ہیں وہاں ہی انہیں بھی دفن کیا جائیگا۔ کیونکہ توریت ہی میں لکھا ہے۔ کہ خدا کا بندہ موسیٰ صحرا میں مر گیا۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس کی قبر کہاں ہے۔ اس جگہ باپ دادوں کے ساتھ سونے سے مراد اس جگہ رہنے کے ہی ہو سکتے ہیں۔ جہاں ان کی روحیں موت کے بعد رہتی ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام فرماتے ہیں

"کاش میں ان بچوں کی طرح ہوتا۔ جنہوں نے اجالا نہیں دیکھا۔ (یعنی بڑی عمر کو نہیں پہنچے) پھر ان کی حالت کی نسبت فرماتے ہیں:۔ "وہاں شریر ستانے سے باز نہ آتے اور تھکے ماندے چین سے ہیں۔ وہاں اسیر مل کر آرام کرتے ہیں۔ اور ظالم کی آواز پھر نہیں سنتے۔ چھوٹے بڑے وہاں برابر ہیں اور غلام اپنے آقا سے آزاد" (ایوب باب ۳ آیت ۱۷ تا ۱۹) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام آخرت کی زندگی کے قائل تھے۔

حضرت داؤدؑ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ "تو میری جان کو قبر میں رہنے نہ دیگا۔ اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہ دیگا۔ تو مجھ کو زندگانی کی راہ دکھلائے گا۔"

(زبور $\frac{16}{10 و 11}$)

پھر فرماتے ہیں:۔ "ان لوگوں سے اے خداوند جو تیرے ہاتھ میں ہیں۔ دنیا کے لوگوں سے جن کا بخرہ اسی زندگانی میں ہے۔ اور جن کے پیٹ تو اپنی نہانی چیزوں سے بھرتا ہے ان کی اولاد بھی سیر ہوتی ہے۔ اور وے اپنی باقی دولت اپنے بال بچوں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ پر میں جو ہوں صداقت میں تیرا منہ دیکھوں گا۔ اور جب میں تیری صورت پر ہو کے جاگوں گا۔ تو میں سیر ہوؤں گا۔" (زبور باب ۱۷ آیت ۱۴، ۱۵)

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ اسی زندگی پر تکیہ کرتے ہیں۔ اور ان کی تمام کوشش دنیا کمانے میں ہی خرچ ہو جاتی ہے۔ لیکن مومن کے پیش نظر موجودہ زندگی نہیں۔ بلکہ آخرت کی زندگی ہے۔ اور وہ اسی کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ کیونکہ اس جہان میں اللہ تعالیٰ کی کامل طور پر زیارت ہوگی۔ اور اس کی روح اس دنیا میں خدا کی صفات پر ہوگی۔ یعنی ہر قسم کی خوبیاں اپنے اندر رکھتی ہوگی۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء آخرت کی زندگی کے پورے طور پر قائل تھے۔ لیکن چونکہ یہود کو معلوم تھا۔ کہ ان کے سیاہ اعمال کی بدولت انہیں آخرت میں خدائی عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لئے وہ اسی زندگی کے عذاب کا خوف دل سے مٹانے کے لئے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتے تھے۔ کہ ہمیں انعام واکرام اور عذاب کے جو وعدے دیئے گئے ہیں۔ وہ سب اسی دنیا کے لئے ہیں۔ اکثر نے تو اسی ڈر کی وجہ سے حیات بعد الموت کے عقیدے کو ہی خیرباد کہا۔ اور بعض نے یہ خیال کر لیا۔ کہ بوجہ نبیوں کی اولاد ہونے کے ان کی شفاعت سے ہم عذاب اخروی سے یا تو کلی طور پر بچ جائیں گے یا بہت محدود عذاب ہمیں ملے گا۔

عیسائیوں کا نظریہ

جس طرح بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاءؑ بعث بعد الموت کے قائل تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ آپ کے زمانہ میں حشر ونشر اور جنت ودوزخ کے متعلق صدوقیوں اور فریسیوں میں سخت اختلافات برپا تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کی تردید وابطال میں مصروف تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر صدوقیوں کے عقیدے کی تردید کی۔ اور قیامت اور جزا اور سزا پر ایمان لانے کی تعلیم دی۔ چنانچہ قیامت کے بارے میں ایک صدوقی کے سوال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اس کے جواب کا تذکرہ پیچھے کیا جا چکا ہے۔ آپ کے ایک حواری یوحنا نے تو اپنے ایک مکاشفہ میں جنت ودوزخ کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ یوحنا اپنے اس مکاشفہ کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یوحنا کا مکاشفہ

"پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا۔ کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی۔ اور سمندر بھی نہ رہا۔ پھر میں نے شہر مقدس نئے یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اترتے دیکھا۔ اور وہ اس دلہن کی مانند آراستہ تھا۔ جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگھار کیا ہو۔ پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے۔ اور وہ ان کے ساتھ سکونت کریگا۔ اور وہ اس کے لوگ ہوں گے۔ اور خدا آپ ان کے ساتھ رہے گا۔ اور ان کا خدا ہوگا۔ اور وہ ان کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دیگا۔ اس کے بعد نہ موت رہیگی اور نہ ماتم رہے گا۔ نہ آہ ونالہ نہ درد۔ پہلی چیزیں جاتی رہیں۔ اور جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا۔ دیکھ میں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں۔ پھر اس نے کہا۔ لکھ لے۔ کیونکہ یہ باتیں سچ اور برحق ہیں۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں۔ میں الفا اور اومیگا یعنی ابتدا اور انتہا ہوں۔ میں پیاسے کو آب حیات کے چشمہ سے مفت پلاؤں گا۔ جو غالب آئے وہی ان چیزوں کا وارث ہوگا۔ اور میں اس کا خدا ہوں گا۔ اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔ مگر بزدلوں اور بے ایمانوں اور گھناؤنے لوگوں اور خونیوں اور حرامکاروں اور جادوگروں اور بت پرستوں اور سب جھوٹوں کا حصہ آگ اور گندھک سے جلنے والی جھیل میں ہوگا۔ یہ دوسری موت ہے۔

پھر ان سات فرشتوں میں سے جن کے پاس سات پیالے تھے۔ اور وہ پچھلی سات آفتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک نے آکر مجھ سے کہا۔ ادھر آ۔ میں تجھے دلہن یعنی برہ کی بیوی دکھاؤں۔ اور وہ مجھے روح میں ایک بڑے اور اونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور شہر مقدس یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اترتے دکھایا۔ اس میں خدا کا جلال تھا۔ اور اس کی چمک نہایت قیمتی پتھر یعنی اس یشب کی تھی۔ جو بلور کی طرح شفاف ہو۔ اور اس کی شہر پناہ بڑی اور بلند تھی۔ اور اس کے بارہ دروازے اور دروازوں پر بارہ فرشتے تھے۔ اور ان پر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ تین دروازے مشرق کی طرف تھے۔ تین دروازے شمال کی طرف۔ تین دروازے جنوب کی طرف۔ اور تین دروازے مغرب کی طرف۔ اور اس شہر کی شہر پناہ کی بارہ بنیادیں تھیں۔ اور ان پر برہ کے بارہ رسولوں کے بارہ نام لکھے تھے۔ اور جو مجھ سے کہہ رہا تھا۔ اس کے پاس شہر اور اس کے دروازوں اور اس کی شہر پناہ ناپنے کے لئے ایک پیمائش کا آلہ یعنی سونے کا گز تھا۔ اور وہ شہر چوکور بنا ہوا تھا۔ اور اس کی لمبائی چوڑائی کے برابر تھی۔ اس نے شہر کو اس گز سے ناپا۔ تو ۱۲ ہزار فرلانگ نکلا۔ اس کی لمبائی اور چوڑائی اور اونچائی برابر تھی۔ اور اس نے اس کی شہر پناہ کو آدمی کی یعنی فرشتہ کی پیمائش کے مطابق ناپا۔ تو ایک سو چوالیس ہاتھ نکلی۔ اور اس کی شہر پناہ کی تعمیر یشب کی تھی۔ اور شہر ایسے خالص سونے کا تھا۔ جو شفاف شیشہ کی مانند ہو۔ اور اس شہر کی شہر پناہ کی بنیادیں ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تھیں۔ پہلی بنیاد یشب کی تھی۔ دوسری نیلم کی۔ تیسری شب چراغ کی۔ چوتھی زمرد کی۔ پانچویں عقیق کی۔ چھٹی لعل کی۔ ساتویں سنہرے پتھر کی۔ آٹھویں فیروزہ کی۔ نویں زبرجد کی۔ دسویں یمنی کی۔ گیارھویں سنگ سبلی کی۔ اور بارھویں یاقوت کی۔ اور بارہ دروازے بارہ موتیوں کے تھے۔ ہر دروازہ ایک موتی کا تھا۔ اور شہر کی سڑک

شفاف شیشہ کی مانند خالص سونے کی تھی اور میں نے اس میں کوئی مقدس نہ دیکھا۔ اس لئے کہ خداوند خدا قادر مطلق اور برّہ اس کا مقدس ہیں اور اس شہر میں سورج یا چاند کی روشنی کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ خدا کے جلال نے اسے روشن کر رکھا ہے۔ اور برّہ اس کا چراغ ہے اور قومیں اس کی روشنی میں چلیں پھریں گی اور زمین کے بادشاہ اپنی شان و شوکت کا سامان اس میں لائیں گے اور اس کے دروازے دن کو ہرگز بند نہ ہوں گے (اور رات وہاں نہ ہوگی) اور لوگ قوموں کی شان و شوکت اور عزت کا سامان اس میں لائیں گے اور اس میں کوئی ناپاک چیز یا کوئی شخص جو گھنونے کام کرتا یا جھوٹی باتیں گھڑتا ہے ہرگز داخل نہ ہوگا۔ مگر وہی جن کے نام برّہ کی کتاب حیات میں لکھے ہوئے ہیں۔

پھر اس نے مجھے بلّور کی طرح چمکتا ہوا آب حیات کا ایک دریا دکھایا جو خدا اور برّہ کے تخت سے نکل کر اس شہر کی سڑک کے بیچ میں بہتا تھا اور دریا کے وار پار زندگی کا درخت تھا۔ اس میں بارہ قسم کے پھل آتے تھے اور ہر مہینے میں پھلتا تھا اور اس درخت کے پتوں سے قوموں کو شفا ہوتی تھی اور پھر لعنت نہ ہوگی اور خدا اور برّہ کا تخت اس شہر میں ہوگا اور اس کے بندے اس کی عبادت کریں گے اور وہ اس کا منہ دیکھیں گے اور اس کا نام ان کے ماتھوں پر لکھا ہوا ہوگا اور پھر رات نہ ہوگی اور وہ چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے۔ کیونکہ خداوند خدا ان کو روشن کرے گا اور وہ ابدالآباد بادشاہی کریں گے۔"

(یوحنا باب ۲۱ و ۲۲)

دوزخ کے متعلق یوحنا کہتے ہیں:

"جو کوئی اس حیوان اور اس بت کی پرستش کرے اور اپنے ماتھے یا اپنے ہاتھ پر اس کی چھاپ لے۔ وہ خدا کے قہر کی اس خالص مے کو پئے گا جو اس کے غضب کے پیالے میں بھری گئی ہے اور پاک فرشتوں کے سامنے اور برّہ کے سامنے آگ اور گندھک کے عذاب میں مبتلا ہوگا اور ان کے عذاب کا دھواں ابدالآباد اٹھتا رہے گا۔ اور جو اس حیوان اور اس کے بت کی پرستش کرتے ہیں اور جو اس کے نام کی چھاپ لیتے ہیں ان کو رات دن چین نہ ملے گا۔"

(مکاشفات یوحنا باب ۱۴ آیت ۹ تا ۱۲)

ایک جگہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام حشر کا نظارہ اس طرح کھینچتے ہیں:

"جب ابن آدم اپنے جلال میں آئیگا۔ اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہی بنائے عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا بیمار تھا تم نے میری خبر لی قید میں تھا تم میرے پاس آئے۔ تب راستباز جواب میں اسے کہیں گے۔ اے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اتارا؟ یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا۔ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے۔ بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک کیا تو میرے ہی ساتھ کیا۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا:۔ اے ملعونو! میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ بھی جواب میں کہیں گے:۔ "اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر تیری خدمت نہ کی؟ اس وقت وہ ان سے جواب میں کہے گا " میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا تو میرے ساتھ نہ کیا اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی۔"

(متی باب ۲۵ آیت ۳۱ تا ۴۶)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے پیرؤوں کے سامنے حشر و نشر اور جنت و دوزخ کا واضح تصور پیش کیا تھا۔ لیکن جس طرح بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء کی تعلیمات کو ان کے پیرؤوں نے بھلا دیا اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متبعین نے بھی آپ کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔ جنت و دوزخ کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب مسیح آسمان سے نازل ہوں گے۔ تو شریر اور بد سب مار دیئے جائیں گے۔ اور نیکوں کو ہمیشہ کی زندگی عطا کر دی جائے گی ان کے لئے یہی دنیا جنت بن جائے گی۔ اور اسی دنیا کی نعمتیں ان کے لئے جنت کی نعماء کہلانے لگ جائیں گی۔

اسلام کا پیش کردہ نظریہ

دیگر مذاہب کے نظریات کے ذکر کے بعد اب ہم اسلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں دیگر امور کے علاوہ جنّت و دوزخ کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ایک ایسی تصویر کھینچ دی ہے جس پر غور کرنے سے ان دونوں کی اصل حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے ظاہری الفاظ کو تو لے لیا لیکن ان کے اصل معنوں کی طرف ان کی نگاہ نہ گئی۔ ان کے نزدیک جنت محض ایک عیش و طرب کا مقام ہے جہاں مومنوں کے لئے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی ہر قسم کے پھل مہیا ہوں گے۔ بڑے سربفلک محلات ہوں گے جن میں وہ رات دن عیش و آرام کے ساتھ اپنی زندگی بسر کیا کریں گے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ خدا تعالےٰ کا حقیقی مقصد انسان کو پیدا کرنے سے یہ نہیں ہے کہ وہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرے بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے حقیقی تعلق پیدا کرے اور اس کی عبادت میں بالکل محو ہو کر روحانی ترقیات حاصل کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں دیگر مسلّمات اور عقائد کے متعلق مسلمانوں کی غلطیوں کو دور کیا وہاں جنت اور دوزخ کے متعلق اصل حقائق سے بھی دنیا کو آگاہ کیا۔ آپ نے جو نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں جنت و دوزخ کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں انہیں ان کی ظاہری شکل پر محمول کرنا غلطی ہے بلکہ وہ الفاظ بطور استعارہ استعمال کئے گئے ہیں جن کے پیچھے ایک اور حقیقت مخفی ہے۔ اسی لئے جہاں ایک طرف قرآن شریف نے جنت کی تمثیل میں مختلف نعماء کا ذکر کیا ہے، وہاں خدا تعالےٰ تاکید اور صراحت کے ساتھ یہ بھی فرماتا ہے لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (سجدہ رکوع ۲) یعنی کوئی انسان نہیں جانتا کہ اگلے جہان میں نیک لوگوں کے لئے کیا کچھ آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان مخفی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنت کے متعلق فرماتے ہیں۔ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (ابن ماجہ جلد ۲ باب صفۃ الجنۃ) یعنی جنت کی نعمتیں وہ ہیں کہ نہ انہیں کبھی کسی انسان کی آنکھ نے دیکھا نہ کسی انسان کے کانوں نے ان کا حال سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا تصور گذرا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اخروی زندگی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ محض ایک تمثیلی نقشہ ہے اسے ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل انسان کا ہر عمل جو وہ اس دنیا میں کرتا ہے ایک مخفی بیج ہے اور آخرت میں اسے جو انعام یا سزا ملے گی وہ اس بیج کا ثمرہ اور اس سے پیدا ہونے والا ایک درخت ہوگا جو ظاہر ہو کر نظر آنے لگے گا۔ مثلاً ایک انسان خدا تعالےٰ کی خاطر نماز پڑھتا ہے اور اس عبادت میں اسے ایک خاص قسم کی روحانی لذت محسوس ہوتی ہے اخروی زندگی میں یہی روحانی لذت اس کے لئے جسمانی اور ظاہری صورت اختیار کر کے ایک پھل کی شکل میں اس کے سامنے آجائے گی جسے کھا کر اسی قسم کی ظاہری لذت پائے گا جو وہ دنیا میں نماز ادا کر کے روحانی رنگ میں پاتا تھا۔ مگر وہ ظاہری لذّت درجہ اور کیفیت میں اس روحانی لذّت سے بڑھ چڑھ کر ہوگی۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں سے چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے جنت کی نعماء اور دوزخ کے عذاب کی فلاسفی بآسانی معلوم ہو سکے گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں۔ جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے۔ وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے۔ مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائیں گی۔ اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے کہ انسان کے بدن پر جس قسم کے مواد غالب ہوتے ہیں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں۔ جب کوئی تیز تپ چڑھنے کو ہوتا ہے

تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور بلغمی تپوں اور ریزش اور زکام کے غلبہ میں انسان اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے غرض جس طرح کی بیماریاں کے لئے بدن نے تیاری کی ہو وہ تمثل کے طور پر خواب میں نظر آجاتی ہیں۔ پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے جیسا کہ جس طرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانیت کو جسمانی طور پر تبدیل کر کے دکھلاتا ہے۔ اس عالم میں بھی یہی ہوگا اور اس دن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہوں گے۔ اور جو کچھ ہم اس عالم سے مخفی طور پر ساتھ لے جائیں گے۔ وہ سب اس دن ہمارے چہرہ پر نمودار نظر آئے گا۔ اور جیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کی تمثلات دیکھتا ہے اور کبھی گمان نہیں کرتا کہ یہ تمثلات ہیں بلکہ انہیں واقعی چیزیں یقین کرتا ہے۔ ایسا ہی اس عالم میں ہوگا۔ بلکہ خدا تعالیٰ تمثلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھائے گا۔ چونکہ وہ قدرت کامل ہے۔ پس اگر ہم تمثلات کا نام بھی نہ لیں اور یہ کہیں کہ وہ خدا کی قدرت سے ایک نئی پیدائش ہے۔ تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین یعنی کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا نعمتیں ہیں جو اس کے لئے مخفی ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا۔ جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔ اس آیت کی شرح میں جو میں نے ابھی ذکر کی ہے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہشت اور اس کی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ دلوں میں کبھی گذریں۔ حالانکہ ہم دنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور کانوں سے بھی سنتے ہیں اور دل میں بھی وہ نعمتیں گذرتی ہیں۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ اور رسولؐ اس کا ان چیزوں کو ایک نرالی چیزیں بتلاتا ہے۔ تو قرآن سے دور جا پڑتے ہیں اگر یہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دنیا کا ہی دودھ ہوگا۔ جو گائیوں اور

بھینسوں سے دوہا جاتا ہے گویا دودھ دینے والے جانوروں کے وہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہوں گے اور درختوں پر شہد کی مکھیوں نے بہت سے چھتے لگائے ہوئے ہوں گے۔ اور فرشتے تلاش کر کے وہ شہد نکالیں گے اور نہروں میں ڈالیں گے کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جن میں یہ آیتیں موجود ہیں کہ دنیا نے ان چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا اور وہ چیزیں روح کو روشن کرتی ہیں۔ اور خدا کی معرفت بڑھاتی ہیں اور روحانی غذائیں ہیں۔ گو ان غذاؤں کا تمام نقشہ جسمانی رنگ پر ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ ان کا سرچشمہ روح اور راستی ہے۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو جو نعمتیں بہشت میں دی جائیں گی۔ ان نعمتوں کو دیکھ کر بہشتی لوگ ان کو شناخت کر لیں گے کہ یہی نعمتیں ہمیں پہلے بھی ملی تھیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وبشر الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا یعنی جو لوگ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں جن میں ذرہ فساد نہیں ان کو خوشخبری دے کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم آخرت میں ان درختوں کے ان پھلوں میں سے جو دنیا کی زندگی میں ہی ان کو مل چکے تھے پائیں گے اور کہیں گے۔ یہ تو وہ پھل ہیں جو ہمیں پہلے ہی دئے گئے تھے۔ کیونکہ وہ ان پھلوں کو ان پہلے پھلوں سے مشابہ پائیں گے اب یہ گمان کہ پہلے پھلوں سے مراد دنیا کی جسمانی نعمتیں ہیں بالکل غلطی ہے اور آیت کے بدیہی معنے اور اس کے منطوق کے بالکل برخلاف ہے بلکہ اللہ جلشانہ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بنایا ہے جس کے درخت ایمان اور جس کی نہریں اعمال صالحہ ہیں۔ اسی بہشت کا وہ آئندہ بھی پھل کھائیں گے اور پھل زیادہ نمایاں اور شیریں ہوگا۔ اور چونکہ وہ روحانی طور پر اس پھل کو دنیا میں کھا چکے ہوں اسلئے دوسری دنیا میں اس پھل کو پہچان لیں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں کہ جو پہلے ہمارے کھانے میں آچکے ہیں۔ اور اس پھل کو اس پہلی خوراک سے مشابہ پائیں گے۔ سو یہ آیت صریح بتا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کھاتے تھے۔ اب جسمانی شکل پر وہی غذا ان کو ملے گی اور چونکہ وہ برویت اور محبت کا مزہ چکھ چکے تھے اور اس کیفیت سے

آگاہ تھے۔ اس لئے ان کی روح کو وہ زمانہ یاد آجائے گا کہ جب وہ گوشوں خلوتوں میں اور رات کے اندھیروں میں محبت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے اور اس یاد سے لذت اٹھاتے تھے۔ غرض اس جگہ جسمانی غذاؤں کا کچھ ذکر نہیں . . . . قاعدہ کلی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ موت کے بعد جو حالتیں پیش آتی ہیں۔ قرآن شریف نے انہیں تین قسم پر منقسم کیا ہے۔ اور عالم معاد کے متعلق یہ تین قرآنی معارف ہیں جن کو ہم جدا جدا اس جگہ ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ دقیقہ معرفت ہے کہ قرآن شریف بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے تمام نظارے اسی دنیوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں . . . .

. . . . دوسرا دقیقہ معرفت جس کو عالم معاد کے متعلق قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا میں روحانی تھے۔ جسمانی طور پر متمثل ہوں گے۔ خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم بعث کا درجہ اسبارے میں جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس میں سے ایک یہ آیت ہے من کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہوگا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہوگا۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس جہان کی روحانی نابینائی اس جہان میں جسمانی طور پر مشہود و محسوس ہوگی۔ ایسا ہی دوسری آیت میں فرماتا ہے خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ یعنی اس جہنمی کو پکڑو اس کی گردن میں طوق ڈالو اور پھر دوزخ میں اس کو جلاؤ۔ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے۔ اس کو داخل کرو جاننا چاہئے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا۔ چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا۔ جس نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت پر نظر آئے گا اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دے گی۔ اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئے گی۔ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے۔ پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائے گا اور ہمیشہ کی ناامیدی طاری ہوگی۔ تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کرے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وحیل بینھم وبین ما یشتھون یعنی

ان میں اور ان کی خواہشوں کی چیزوں میں جدائی ڈال جائے گی اور یہی عذاب کی جڑ ہوگا اور پھر جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اسکو داخل کرو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر پا لیتا ہے بلکہ کئی دفعہ اس دنیا میں اس کو ایسے ستر برس بھی ملتے ہیں کہ خوردسالی کی عمر اور پیر فرتوت ہونے کی عمر الگ کر کے پھر اس قدر صاف اور خالص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے۔ جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے۔ لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے۔ اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ سو خدائے تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اس نے گرفتاری دنیا میں گذارے تھے عالم معاد میں زنجیر کی طرح متمثل ہو جائیں گے۔ جو ستر گز کی ہوگی۔ ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ انسان کے اپنے برے کام اس کے آگے رکھدیتا ہے پھر اپنی سنت کے اظہار میں خدائے تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللھب یعنی اے بدکارو! گمراہو! سہ گوشہ سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جو سایہ کا کام نہیں دے سکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور ان کی تعدیل نہیں کرتے ان کی یہ قوتیں قیامت میں اس طرح پر نمودار کی جائیں گی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں۔ اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں۔ اور وہ گرمی سے جلیں گے۔ پھر ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنی اس سنت کے اظہار کے لئے بہشتیوں کے حق میں فرماتا ہے۔ یوم تری المؤمنین والمومنات یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم یعنی اس روز تو دیکھے گا کہ مومنوں کا یہ نور جو دنیا میں پوشیدہ طور پر ہے ظاہر ظاہر ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ یعنی اس دن بعض منہ سیاہ ہو جائیں گے اور بعض سفید اور نورانی ہو جائیں گے اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیھا انھار من ماء غیر اٰسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمہ وانھار من خمر لذۃ للشاربین وانھار من عسل

بائیبل کی روشنی میں آخری زمانہ کے دورِ سعادت کی تعیین

صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام کی ایک واضح اور روشن دلیل!

مسعود احمد

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی یہ ایک نہایت واضح اور روشن دلیل ہے کہ دانی ایل نبی کی پیشگوئی کے مطابق جس سال سے آخری زمانہ کے دور سعادت کا آغاز ہوتا ہے عین اسی سال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خواب کے ذریعہ یہ بتایا کہ وہ مائدہ جو آسمانی بادشاہت کا درجہ رکھتا ہے اب تیرے سپرد کیا جاتا ہے۔ سو اب تیرے اور تیرے خلفاء کے ذریعے دنیا میں ایک دفعہ پھر آسمانی بادشاہت قائم ہو گی۔

بانیٔ سلسلۂ احمدیہ، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برحق ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ جب دنیا ایک آسمانی مصلح کے انتظار میں آسمان کی طرف نگاہیں لگائے بیٹھی تھی۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان کیا عیسائی اور کیا دوسرے مذاہب کے ماننے والے۔ سب اِس انتظار میں تھے کہ وہ موعود مصلح جس کا آخری زمانہ میں مبعوث ہونا مقدر ہے جلد ظاہر ہو اور دنیا کو رشد و ہدایت اور امن و سلامتی کے راستہ پر گامزن کرے بالخصوص عیسائی حضرات جن کے ہاں مسیح کی آمد ثانی کے عقیدے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اُس وقت علی الاعلان یہ کہہ رہے تھے کہ اپنے وعدے کے مطابق مسیح کو اب جلد دنیا میں ظاہر ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی آمد ثانی کی وہ علامتیں جنکی انجیل میں نشاندہی کی گئی ہے ایک ایک کر کے سب پوری ہو چکی ہیں۔ اس زمانے کا عیسائی لٹریچر ایسے مضامین سے بھرا پڑا ہے جنمیں مسیح کی آمدِ ثانی کے زمانہ کی تعیین کر کے حتمی طور پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ مسیح فلاں سن تک ضرور مبعوث ہو جائے گا۔ اس قسم کے بیشمار حوالے پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ آج ہم اس ضمن میں عیسائی لٹریچر سے ایک اور حوالہ پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس دعویٰ کی صداقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ:-

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

دانی ایل نبی کی پیشگوئی

مشہور عیسائی مصنف جے ایف رودھرفرڈ نے اپنی کتاب THE HARP OF GOD میں دانی ایل نبی کی پیشگوئیوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان پیشگوئیوں میں دانی ایل نبی نے مختلف حکومتوں کے عروج و زوال کا ذکر کرتے ہوئے مختلف زمانوں میں برسرِاقتدار آنے والی چار بڑی بڑی سلطنتوں کو چار درندوں سے تشبیہہ دی ہے اور آخری زمانہ کی تعیین کیلئے جسے وہ رشد و ہدایت اور برکت و سعادت کا دور قرار دیتے ہیں انہوں نے ایک ہزار تین سو پینتیس (۱۳۳۵) دن تک انتظار کرنے کی تلقین کی ہے، مسٹر رودھرفرڈ انجیل کے اسلوبِ بیان کی روشنی میں ۱۳۳۵ دن سے ۱۳۳۵ سال مراد لیکر لکھتے ہیں کہ انتظار کا یہ زمانہ ۵۳۹ عیسوی سے شروع ہوتا ہے جبکہ یورپ میں Ostrogoth Empire زوال پذیر ہوئی اس حساب سے آخری زمانہ کا آغاز ۱۸۷۴ عیسوی بنتا ہے۔ یعنی ۵۳۹ عیسوی میں اگر انتظار کے ۱۳۳۵ سال جمع کر دیئے جائیں تو ۱۸۷۴ء کا سن عین اس زمانہ کے سر پر واقع ہے جسے دانیال نبی نے رشد و ہدایت کا دور قرار دیا ہے۔

زمانہ انتظار کا آغاز

مسٹر رودھرفرڈ نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں پہلے دانی ایل نبی کی پیشگوئیوں پر روشنی ڈالنے کے بعد یہ واضح کیا ہے کہ چوتھے درندے سے مراد پاپائیت کا اقتدار ہے جس نے ۵۳۹ عیسوی میں عروج حاصل کر کے دنیا کو کچھ کم مصیبت میں مبتلا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"۶۰۶ قبل مسیح کے بعد سے کہ جب یہودیوں کے بادشاہ صدقیاہ کا اقتدار ختم ہوا اور شاہ بابل نبوکد نضر نے دنیا میں ایک غیر یہودی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو حکومتیں یا بڑی بڑی بین الاقوامی طاقتیں معرض وجود میں آئیں دانی ایل نبی نے انہیں "درندوں" سے تشبیہہ دی ہے۔ اس ضمن میں دانی ایل نے (باب ۷ آیت ۷، ۸ میں) ایک چوتھے درندے کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے اپنے الفاظ کے مطابق بہت خوفناک اور ڈراؤنا ہے۔ یہ درندہ دراصل ایک ایسی حکومت کو ظاہر کرتا ہے جو تین عناصر پر مشتمل تھی۔ یعنی ۱۔ پیشہ ور سیاستدان ۲۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اور ۳۔ مذہبی لیڈر۔ اس شیطانی تنظیم نے اس وقت خوفناک صورت اختیار کی جب ان تینوں عناصر کا گٹھ جوڑ ہوا۔ اور ایک نئے نظام کی بنیاد پڑی۔ جب ہم اس غیر مقدس تثلیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ان میں سے پاپائیت سب سے زیادہ پیش پیش نظر آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ بالادست طاقت ہے جس کا سکہ ہر جگہ رواں ہے اس درندے کا ظہور اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ ۵۳۹ عیسوی میں Ostrogothic سلطنت کا خاتمہ ہوا" (صفحہ ۲۳۳)

دورِ سعادت کی تعیین

یہ لکھنے کے بعد کہ مسیح کے انتظار کا زمانہ ۵۳۹ عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ مسٹر رودھرفرڈ نے یہ واضح کیا ہے کہ چوتھے درندے کے بعد دانی ایل نبی نے ۱۳۳۵ دن تک انتظار کرنے کی تلقین کی ہے۔ انجیل کے اسلوب بیان کے مطابق ۱۳۳۵ دن سے ۱۳۳۵ سال مراد ہیں جیسا کہ حزقی ایل باب ۴ آیت ۶ میں لکھا ہے "میں نے ایک ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا ہے" اس حساب سے مسیح کی آمد ثانی کا زمانہ (۵۳۹ + ۱۳۳۵) ۱۸۷۴ عیسوی بنتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"سب سے اہم چیز جس کی طرف تمام پیشگوئیاں اشارہ کرتی ہیں اور جس کا تمام برگزیدہ انسان انتظار کرتے چلے آئے ہیں مسیح کی آمد ثانی ہے۔ دانی ایل نبی نے اسے مبارک دور سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک انتظار کرتا ہے"۔ (دانی ایل باب ۱۲ آیت ۱۲) انتظار کرنے والے بلاشبہ وہ لوگ ہیں جن کو مسیح نے ہدایت کی تھی کہ وہ اسکی آمد ثانی کیلئے اپنے آپ کو بیدار رکھیں۔ اگر مقررہ تاریخ معلوم ہو جائے تو اس سے حتمی طور پر اس زمانہ کی تعیین ہو سکتی ہے کہ جب مسیح نے اس دنیا میں دوبارہ ظاہر ہونا ہے۔ اس قاعدے کے بموجب کہ انجیل میں ایک دن سے مراد ایک سال ہوتا ہے ۵۳۹ عیسوی کے بعد ۱۳۳۵ سال شمار کرنے سے جو تاریخ بنتی ہے وہ ۱۸۷۴ء عیسوی ہے اور یہی وہ سال ہے کہ جب مسیح کو اپنی آمد ثانی کے لحاظ سے اس دنیا میں موجود ہونا چاہیئے" ص ۲۳۵

> "دانی ایل نبی کی پیشگوئی کے مطابق ۱۸۷۴ عیسوی وہ مبارک سال ہے کہ جب مسیح کو اپنی آمد ثانی کے لحاظ سے اِس دنیا میں موجود ہونا چاہیئے"۔
>
> (رودھرفرڈ)

آسمانی بادشاہت کے قیام کی بشارت

دانی ایل نبی کی پیشگوئی کی روشنی میں مسٹر رودھرفرڈ جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ۱۸۷۴ء میں مسیح کو دنیا کے اندر دوبارہ موجود ہونا چاہیئے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ مسٹر رودھرفرڈ نے مسیح کے موجود ہونے کا ذکر کیا ہے یہ نہیں لکھا کہ اس کا موجود ہونا دنیا پر پوری طرح ظاہر بھی ہو جائے گا یا یہ کہ وہ اپنے موجود ہونے یا مسیح ہونے کا صاف اور واضح الفاظ میں اعلان بھی کر دے گا۔ چنانچہ جب ہم اس نقطۂ نگاہ سے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۴ء عیسوی کو آپ کی زندگی میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگرچہ حضور علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تو بہت بعد میں فرمایا لیکن ۱۸۷۴ء وہ مبارک سال ہے کہ جس میں آپ پر ایسے الہامات نازل ہونے شروع ہوئے جن میں صاف اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کے ذریعہ دنیا میں آسمانی بادشاہت قائم ہونیوالی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مسیح موعود کے منصب پر فائز کرنے والا ہے۔ چنانچہ ۱۸۷۴ء کا ایک خواب اس لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہے۔ آپ نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت گرم تھا۔ ...

نان حضور علیہ السلام کو دیتے ہوئے کہا :-

"یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے"

(نزول المسیح صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷)

اس خواب میں روٹی سے مراد وہی آسمانی مائدہ ہے جس کی قرآن مجید کے الفاظ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور حسب ذیل دعا کی تھی :-

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (مائدہ آیت ۱۱۴)

عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ، اے ہمارے رب۔ ہمارے لئے آسمان سے کھانا اتار جو ہم میں سے پہلوں کے واسطے اور ہم میں سے پچھلوں کے واسطے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشان ہو۔ تو ہمیں رزق دے اور تو تمام رزق دینے والوں میں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور یہی وہ مائدہ ہے جسے انجیل میں آسمانی بادشاہت قرار دیا گیا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اپنی بعثت اول میں اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کیا تھا اور یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا :-

"خدا کی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اترتی اور دنیا کو زندگی بخشتی ہے۔ تب انہوں نے اس کو کہا، اے خداوند ہم کو ہمیشہ یہی روٹی دیا کر یسوع نے انہیں کہا میں ہوں زندگی کی روٹی۔ جو کوئی میرے پاس آتا ہے ہرگز بھوکا نہ ہوگا۔ اور جو مجھ پر ایمان لاتا ہے کبھی پیاسا نہ ہوگا۔"

(یوحنا باب ۶ آیت ۳۳ تا ۳۵)

اس سے مسیح کی مراد یہی تھی کہ میری تعلیم وہ آسمانی روٹی ہے جو مُردہ روحوں کو آسمانی بادشاہت میں داخل کرنے اور انہیں زندہ رکھنے کی ضامن ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ایک پادری ریورنڈ ایڈلسین فوسٹر، مسیح کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"مسیح نے اس گفتگو میں ایک محاورہ استعمال کیا ہے جو یہودیوں کے ہاں عام طور پر بولا جاتا تھا۔ مراد یہ تھی کہ میں روحوں کی پیاس بجھانے آیا ہوں"

(Sermons by the Monday Club (1890) Page 271 - 272)

پس اس نان سے جو فرشتے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا مراد یہی تھی کہ عنقریب تیرے لئے ایک آسمانی مائدہ نازل ہونیوالا ہے جو آخرین کے لئے اسی طرح عید اور خوشی کا موجب ہوگا جسطرح عیسیٰ علیہ السلام کی آمد یہودیوں کے لئے ایک عظیم بشارت تھی۔ اس خواب کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو بتایا گیا کہ دنیا میں تیرے اور تیرے ماننے والوں کے ذریعہ ایک دفعہ پھر آسمانی بادشاہت قائم کیجائیگی۔ کیونکہ اس آخری زمانہ میں آسمانی بادشاہت کا قیام تیرے وجود کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔

صداقت کی روشن دلیل!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی یہ ایک نہایت واضح اور روشن دلیل ہے کہ دانی ایل نبی کی پیشگوئی کے مطابق آخری زمانے کی جو تعیین ہوتی ہے اور جس سال سے آخری زمانے کا آغاز ہوتا ہے، عین اسی سال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خواب کے ذریعہ یہ بتایا کہ مسیح علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کے ظہور کا وقت آگیا ہے کہ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا سو اس آخری زمانہ میں وہ مائدہ اب تیرے سپرد کیا جاتا ہے اب تیرے اور تیرے قائمقام خلفاء کے ذریعہ دنیا میں ایک دفعہ پھر آسمانی بادشاہت قائم ہوگی۔ عیسائی دنیا اس وقت سے حیران و پریشان ہے کہ مسیح اب تک کیوں نازل نہیں ہوا۔ اے کاش وہ غور کرے کہ مسیح آیا بھی اور چلا بھی گیا اور وہ ابھی تک خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں۔

— ○ — • — • —

جنت و دوزخ کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات

(بقیہ صفحہ ۱۶)

مصفّٰی۔ یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دی جائے گی اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک باغ ہے اس میں اس پانی کی نہریں ہیں جو کبھی متعفن نہیں ہوتا اور نیز اس میں اس دودھ کی نہریں ہیں۔ جس کا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور اس میں شراب کی نہریں ہیں۔ جو سراسر سرور بخش ہیں جس کے ساتھ خمار نہیں نیز اس میں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہے۔ جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں۔ اس جگہ صاف طور پر فرمایا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھ لو۔ کہ ان تمام چیزوں کی اس میں ناپیدا کنار نہریں ہیں۔ وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے۔ اس میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ روحانی دودھ جس سے وہ شیر خوار بچہ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہے۔ بہشت میں نہر ظاہر دکھائی دے گا۔ اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا۔ اور اب بہشت میں ظاہر ظاہر اس کی نہریں نظر آئیں گی اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے منہ میں جاتا تھا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں کی طرح دکھائی دے گا اور ہر ایک بہشتی اپنی نہروں اور اپنے باغوں کے ساتھ اپنی نورانی حالت کا اندازہ برہنہ کر کے دکھلا دے گا۔ اور خدا بھی اس دن بہشتیوں کے لئے حجابوں سے باہر آ جائے گا غرض روحانی حالتیں مخفی نہیں رہینگی بلکہ جسمانی طور پر نظر آئیں گی۔

تیسرا دقیقہ معرفت یہ ہے کہ عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہوں گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علٰی کل شیٔ قدیر۔ یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں ان کا نور قیامت کو ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا! ہمارے نور کو کمال تک پہنچا اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا۔ پھر دوسرا کمال نظر آئے گا۔ اسکو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے۔ پس کمال ثانی کے حصول کے لئے التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا۔ تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اسکو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے۔ اور اس کی خواہش کریں گے یہی ترقیات کی خواہش ہے۔ جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے

غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا تنزل کبھی نہیں ہوگا اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے اور پیچھے نہ ہٹیں گے [illegible]

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال اور آثار ہیں کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہوں گے۔ مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں گے ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین پر درخت لگائے گئے ہیں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت دوزخ انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۰ تا ۹۸)

اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں نہایت لطیف پیرائے میں جنت و دوزخ کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وہاں یہ انکشاف بھی فرمایا ہے۔ کہ جنت محض عیش و طرب کا مقام نہیں ہے بلکہ ایسی جگہ ہے۔ جہاں انسان کو روحانیات میں ترقی کرنے کا پورا پورا موقعہ ملے گا۔ جس کے نتیجہ میں اسے ہر دم اعلیٰ ترین روحانی درجات حاصل ہوتے رہیں گے بالفاظ دیگر جنت مومنوں کے لئے روحانی ترقیات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہوگی۔ اس انکشاف سے اسلام کی فضیلت دوسرے تمام ادیان پر ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب نے جنت کی یہ غرض نہیں بتائی کہ وہاں انسان کو روحانی ترقیات نصیب ہوں گی۔ ان مذاہب میں جنت محض عیش و طرب کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن اسلام کے مدنظر چونکہ انسان کی روحانی اصلاح اور ترقی ہے۔ اس لئے اس کے پیش کردہ نظریہ کے مطابق جنت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ایسی جگہ ہوگی۔ جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی مدارج کے حصول کی راہیں کھلی ہوں گی۔

جماعت احمدیہ نے سیلاب زدگان کی سب سے زیادہ خدمت کی

اس جماعت کے افراد نماز کے پابند، اچھے اخلاق کے مالک اور مخلوق خدا کے سچے خادم ہیں

پشاور کے ہفت روزہ اخبار قلندر کے نامہ نگار کے تاثرات

(منقول از ہفت روزہ قلندر پشاور)

"گذشتہ ماہ میں پانچ اکتوبر کو اتفاق سے لاہور چلا گیا اور ۶ اکتوبر کو سیلاب آگیا۔ میں بھی کئی دنوں تک وہاں رکا رہا حتیٰ کہ تمام راستے ریل اور لاریوں کے بالکل بند ہو گئے۔ لاہور سے جو روزنامے اخبار نکلتے ہیں لاہور تک ہی محدود تھے اور سیلاب کی خبریں سرکاری یا کچھ سُنی سنائی تھیں جو سخت خطرناک تھیں۔ ایک روزنامے کے دفتر میں میں یہ بھی دیکھا کرتا تھا کہ بعض جماعتوں کے پروپیگنڈا سیکرٹری یا بعض لوگ بذات خود تشریف لاتے کہ ہماری جماعت نے سیلاب زدگان لوگوں کے لئے یہ کیا وہ کیا۔ اپنے نام کا مراسلہ بنا کر دے جاتے۔ اگر اخبار میں دوسرے دن ان کا مراسلہ نہ ہوتا تو وہ صبح سویرے ہی لڑائی کرنے دفتر تشریف لاتے کہ میں کل فلاں خبر دے گیا تھا وہ نہیں چھپی اور جماعتوں کی طرف سے ٹیلیفون آتے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا کہ یہ لوگ خدا کے خوف سے کچھ نہیں کر رہے بلکہ نام یا بعد میں انعام کے لئے سارا دھندا کر رہے ہیں۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد کچھ راستہ بنا تحقیق سے پتہ چلا یہ راستہ بذریعہ لاری لاہور سے شیخوپورہ اور وہاں سے گوجرانوالہ ہے۔ وہاں سے پشاور کے لئے گاڑی ملے گی یا لائلپور سے اسی راستہ پر سرگودھا اور وہاں سے چناب ایکسپریس رات کو ملے گی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ سرگودھا کے راستے ہی جاؤں گا۔ مبادا گوجرانوالہ سے پشاور کیلئے سیدھی گاڑی نہ ملے۔ چنانچہ میں سرگودھا کا ٹکٹ لے کر لاری پر راوی بس کے اڈے سے سوار ہو گیا ۱۲ بجے شیخوپورہ پہنچا۔ ون وے ٹریفک تھا اور سڑک پر ہزاروں مخلوق خدا بے یار و مددگار پڑی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف پانی ہی پانی میلوں تک نظر آرہا تھا۔ نصف راستہ طے کیا تو سڑک کے کنارے ایک رضاکاروں کا کیمپ لگا تھا۔ رضاکار کیمپ سے نکل کر دیوانہ وار اس سمندر کو چیر کر چار چار پانچ پانچ فٹ پانی میں سروں پر کھانے کا سامان۔ دوائیاں۔ کپڑے لیکر سیلاب سے تنگ دیہاتیوں کی طرف بے خوف خطر جا رہے تھے۔ کیمپ کا بورڈ میں نے غور سے پڑھا "رضاکاران انجمن احمدیہ ربوہ" میرا دل غصہ سے تلملا اٹھا۔ یہ کیا غضب ہے کیا اندھیر نگری ہے۔ یہ لوگ ہماری نظر میں خارج از اسلام ہی سہی مگر اس وقت یہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خدمت کر رہے ہیں مگر پندرہ دن سے کسی اخبار نے یہ لکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی مجھے یہ خیال جو پیدا ہوا تو میں نے ایک فرشتہ صورت باریش سے پوچھا۔ صاحب یہ ربوہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ کافروں کی بستی چنیوٹ کے دریا کے اس پار آئے گی۔ گو میرا ان لوگوں سے اختلاف ہے لیکن مجھے شوق پیدا ہوا۔ یہ کافروں کی بستی ضرور دیکھوں گا۔ میں نے اس باریش کو کرید نا شروع کیا۔ تو معلوم ہوا وہ مولوی صاحب ہیں اور کٹر احراری ہوا کرتے تھے۔ میں نے سوال کیا اجی وہ جماعت احرار آجکل کہاں ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی مرضی وہ تو جیسے دنیا میں نہیں اور اس کے لیڈر تحریک ختم نبوت کے بعد جہاں سینگ سمائے موت کے دن پورے کر رہے ہیں۔ میں نے ایک سوال اور کیا۔ اجی مولوی صاحب اگر ربوہ کو دیکھنا ہو تو۔ انہوں نے فرمایا بابا کیا دیکھو گے ان کا خلیفۃ المسیح جب سے اس پر حملہ ہوا ہے باہر نہیں نکلتا اور اگر وہاں کسی کو پتہ چل جائے کہ تم مسلمان ہو تو مشکل بن جائے گی۔ یہ پیچ اسرار باتیں سن سن کر میرا ارادہ اور پکا ہو گیا۔ خواہ کچھ ہی ہو یہ کافروں کی بستی ضرور دیکھوں گا۔ چنیوٹ کے اڈے سے لاری آگے جو ہوئی دریائے چناب کا پل آگیا۔ وہ راوی والی لہر بہر پانی کی نہ تھی معمولی پانی تھا جیسے ایک ندی ہے دریا نہیں۔ میں نے عنوان اپنے مضمون کے لئے دل میں قائم کر لیا (کافروں کی بستی ندی کنارے) پار کر کے تھوڑی دیر بعد ربوہ کی آبادی آنی شروع ہو گئی۔ میں نے کلینر کو عرض کیا مجھے ربوہ اترنا ہے۔ گو میرا ٹکٹ سرگودھا کا تھا۔ میرے کہنے پر لاری رکی۔ سامان اتارا اس لاری سے میں اکیلا ہی اترا۔ وہاں دو تین آدمی آگے معزز موجود تھے۔ غالباً دوسری طرف جانے کے لئے بس کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ مولوی صاحب کہاں جانا ہے؟

کیا آپ احمدی ہیں۔ میں نے برجستہ جواب دیا۔ جانا تو بھائی پشاور ہے اور احمدی بھی نہیں۔ یہاں صرف کافروں کی بستی دیکھنے اتر کھڑا ہوا ہوں۔ کیا یہاں اس بستی میں کوئی دوکان ہے جہاں رات بسر کر سکوں۔ اور کیا یہاں سامان اٹھانے کے لئے مزدور نہیں ہوتے۔ وہ میرے سامان پر جھپٹ پڑے ہم آپ کے مزدور ہیں۔ سامان اٹھایا اور چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر ایک احاطہ کے اندر جاکر ایک کمرہ میں میرا سامان رکھ دیا۔ وہاں کے انچارج کو بلا کر اطلاع دی۔ یہ مہمان ہیں۔ انہوں نے دو آدمی بلائے جنہوں نے ایک چارپائی پر میرا بستر کھول کر لگا دیا۔ کرسیاں میز درست کر کے منٹوں کے اندر پُرتکلف چائے لاکر پیش کر دی۔ بس سے سامان لانے والے معزز مزدور جا چکے تھے۔ یہ قیافہ درست نکلا انہوں نے دوسری طرف سے آنے والی بس پر جانا تھا۔ پہلی بسم اللہ سے میرے دل پر جانے والوں کی اس حرکت کا گہرا اثر ہوا۔ چائے کے ساتھ میں نے منتظم صاحب کو اپنا گزم گزم شروع کر دیا۔ جناب یہ تو فرمائیے سنا ہے کہ مدت سے پیڈ آف دی احمدیہ یعنی حضرت مرزا بشیر الدین صاحب محمود خلیفۃ المسیح ثانی کو کسی نے نہیں دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا یہ غلط ہے آپ ابھی ایک منٹ کے اندر ان کو مل سکتے ہیں۔ میں۔ ۔ چائے آدھی تیز آدھی بٹیر کر کے ان کے ساتھ ہو لیا۔ حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے سینکڑوں آدمی ارد گرد بیٹھے تھے۔ قابل عمل نصیحتیں کی جا رہی تھیں سب سے زیادہ مسئلہ سیلاب کے مصیبت زدوں کو ہر قسم کا آرام۔ کھانا۔ سردی سے بچانا۔ دوائیاں پہنچانا تھا۔ یہ گفتگو سن کر میں بہت متأثر ہوا ابھی صرف علیک سلیک کر کے بیٹھ گیا تھا۔ میرا خاص مقصد کوئی تھا ہی نہیں۔ میں دور تھا۔ ایک غیر ملکی آدمی غالباً کوئی جرمن تھا زیادہ توجہ اس کی طرف تھی حق بھی یہی تھا کیونکہ ہزاروں میل سفر کر کے آیا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شام سے کچھ ہی پہلے وہ تشریف لے گئے۔ اور میں اپنی قیام گاہ پر آگیا وہاں ہی نماز ادا کی اور ساتھ لائی ہوئی اخباروں کو پڑھتے پڑھتے نماز عشاء ادا کر کے سو گیا۔ صبح سویرے اٹھا۔ خود بخود باہر نکل گیا۔ اندھیرا ہی تھا۔ بستی سے پہاڑ کے دامن تک پہنچ گیا۔ دامن کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے اسی ندی کنارے پہنچا۔ رفع حاجت کے بعد نماز ادا کی۔ اتنے میں آفتاب نے آنکھ دکھائی۔ واپس آبادی کے بیچ و بیچ معلومات حاصل کرنا یہ مکان کے لئے زمین کون دیتا ہے۔ کس نرخ پر ملتی ہے یہاں کیا تکلیف ہے کیا آرام ہے۔ لب لباب میری تحقیقات کا یہ نکلا کہ ایک پورے نظام کے ماتحت سب کچھ ہو رہا ہے۔ میں اپنی آرام گاہ پر پہنچا۔ وہاں میری انتظار چائے کے لئے تھی۔ چائے سے فارغ ہوا۔ کپڑے بدلے اور منتظم کو عرض کیا کیا میں جماعت کے دفتروں کو دیکھ سکتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ ان کے ساتھ ہو لیا۔ دفتر کیا تھے ایک سیکرٹریٹ جیسے چند دن پہلے یہاں صوبہ سرحد کا سیکرٹریٹ تھا۔ میں ایک ایک دفتر میں گیا اور دیکھا۔ بابو لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس سارے سیکرٹریٹ کے انچارج مرزا عزیز احمد ہیں جو ڈپٹی کمشنر ریٹائرڈ ہیں۔ پھر پھرا کر مجھے امور عامہ کے دفتر لے جایا گیا۔ میں نے دروازے پر بورڈ پڑھا اندر جانے پر مجھے کرسی پیش کر دی گئی۔ میں بیٹھ گیا پانچ منٹ کے بعد میرے لئے چائے آگئی۔ میں نے عرض کی چائے سے فارغ ہو کر آیا ہوں۔ دفتر میں بیٹھے ہوئے صاحب بڑی دھیمی آواز سے فرمانے لگے۔ اجی آجکل چائے تو ایک فیشن ہے۔ آجکل چائے تکلیف نہیں دیتی۔ نوش فرمائیے۔ ایک دو بزرگوں کو انہوں نے آواز دی کہ تشریف لاکر میرے ساتھ چائے میں شریک ہو جائیں۔

چائے کے ساتھ ساتھ میں نے دریافت کیا۔ کیا آپ اس دفتر کے انچارج ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ اس دفتر کے انچارج مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے ہیں۔ وہ سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کو بذات خود دیکھنے گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کا اسسٹنٹ ہوں۔ میرا نام خادم حسین ہے۔ اور میں صوبہ سرحد کافی عرصہ گذار کر اب ملازمت سے فارغ ہو کر یہاں آیا ہوں۔

. . . . . مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں ورسالپور میں کسی اچھے عہدے پر تھے اور یہی وجہ ہے کہ دفتر کا انتظام خاطر خواہ ہے یہ تجربہ کار لوگ ہیں۔ میں نے سیلاب کے لئے جو کچھ یہاں ہو رہا ہے پوچھا۔ انہوں نے مجھے سٹاک دکھایا۔ کپڑوں اور رضائیوں کے انبار لگے ہوئے تھے جو ہیڈ آف جماعت احمدیہ کی آواز پر ان کے معتقد خود بخود لا رہے ہیں۔ میں اس کام کی رفتار کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ انہوں نے مجھ سے یہاں آنے کی وجہ دریافت فرمائی یا کوئی اور خدمت ہو تو میں نے عرض کی میرا کچھ مقصد نہیں صرف سیر اور یہاں کے حالات کا جائزہ لینے مجھ سے بہتیرا دریافت کیا گیا میں کیا کام کرتا ہوں۔ میں نے صرف اتنا جواب دیا۔ مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتا ہوں۔ پشاور رہتا ہوں۔ اور بس بھلا میں سب پکڑائی دینے والا تھا۔

یہاں ایک بات ضرور عرض کرنے کے قابل ہے۔ سب لوگ یہ کافر بڑے سے بڑا

چھوٹے سے چھوٹا امیر ہو یا غریب نماز پوری پابندی سے ادا کرتے تھے۔ حقہ یا سگریٹ مجھے وہاں کوئی پیتا نظر نہیں آیا دفتر میں آکر بڑی خندہ پیشانی سے مجھے خوداگر مرزا عزیز احمد صاحب بھی ملے۔ میں نے اجازت چاہی خادم حسین صاحب نے فرمایا۔ کب تک ہمیں یہاں آپ کی خدمت کا وقت ملے گا۔ میں نے جواب دیا۔ بس صاحب ابھی چند منٹ کے بعد جانے والا ہوں۔ میں واپس آرام گاہ پہنچا۔ سامان درست کیا۔ دو آدمیوں نے میرا سامان اٹھایا۔ اور مجھے سرگودھا جانے والی بس پر سوار کر دیا میں خاموش بس کے اندر اور رات گاڑی پر یہی سوچتا رہا۔ یہ اچھے کافر ہیں۔ نماز کے پابند اچھے اخلاق کے مالک۔ اچھی طرح ایک نظام کے ماتحت خدمت خلق کا جذبہ موجود ہے۔ ان لوگوں کے متعلق مرحوم مجلس احرار کے افسانے سب بکواس ہیں۔ گو ہمارا ان لوگوں کے عقیدہ سے اختلاف ہے۔ مگر مسلمانوں کے اندر تو اور بھی درجنوں فرقے ہیں۔ پھر یہ احراری بزرگوں کا ٹیپ کا بند ان احمدیوں پر ہی کیوں ختم ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے صرف عوام کو بیوقوف بنا کر مال بٹورنا ہے اور کچھ نہیں۔ اسلئے میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں۔ ان احراری مداریوں کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت ہرگز نہیں تم اپنا کام کرتے جاؤ اور ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ان احراریوں کی باتوں پر کان دھرنے سے اپنی حکومت کے کام میں بھی مشکلات پیدا ہونے کا احتمال ہے جو ابھی بالکل نئی حکومت ہے۔ اسکو تو ابھی ہم نے بہت مضبوط بنانا ہے۔

([illegible] ۲۶ر دسمبر ۵۵ء)

دعاؤں کی قبولیت کا تازہ نشان

بقیہ صفحہ ۱۲

بقیہ صفحہ ۱۲

دعاؤں کی قبولیت کا یہ نشان جہاں دوسروں کے لئے یہ سامان بہم پہنچاتا ہے کہ وہ ان کے اثرات پر غور کریں اور ان سے استفادہ کریں وہاں جماعت کے احباب کو بھی اسبات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے پیارے آقا کی مکمل شفایابی کے لئے سربسجود رہیں تا خدا تعالیٰ آپکے سایہ کو لمبے عرصہ تک ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہمیں آپ کی قیادت میں اسلام کی فتح کے حقیقی دن دیکھنا نصیب کرے۔ جلسہ سالانہ کے ایام اپنے اندر بڑی برکات رکھتے ہیں اور اجتماعی دعاؤں کے لئے زریں موقعہ ہیں۔ جن سے ہمیں صحیح رنگ میں استفادہ کرنا چاہیئے۔ پنجاب ایجی ٹیشن کے وقت حالات نے جو نازک رخ اختیار کر لیا۔ وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مگر جماعت کی شبانہ دعاؤں کے نتیجہ میں حالات نے جو پلٹا کھایا۔ وہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے یہ چیز دعاؤں کے نتیجہ میں ہی ظاہر ہوئی اور آنکھ کے آنسوؤں سے مخالفت کی بھڑکتی ہوئی آگ سرد پڑ گئی۔ اور دعاؤں کی معجزانہ تاثیروں سے ایسی طلسم بالکل پاش پاش ہو گیا

— ۴ —

دعاؤں کے نتیجہ میں جو تازہ اور عظیم نشان امسال ظاہر ہوا۔ وہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی فالج کی سخت بیماری سے صحتیاب ہونا ہے۔ آپ ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے۔ مگر آپ کو وہاں پر رؤیا میں یہ بتایا گیا کہ آپ کی صحت کا دارومدار دواؤں پر نہیں بلکہ دعاؤں پر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ میری صحت کا دارومدار دوستوں کی دعاؤں پر ہے اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ دواؤں سے نہیں بلکہ دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ میری صحت کے لئے دعا کریں۔ (خطبہ الفضل

([illegible] دسمبر ۵۵ء)

پروگرام جلسہ سالانہ (خواتین)

۲۶-۲۷-۲۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء

پیر منگل - بدھ

پہلا دن — پہلا اجلاس — ۲۶ر دسمبر — بروز اتوار

وقت	موضوع تقریر	نام مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۴۵	تلاوت قرآن کریم و نظم	از جلسہ گاہ مردانہ
۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵	افتتاحی تقریر و دعا	سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰	ذکر حبیبؑ	چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے (از جلسہ گاہ مردانہ)
۱۱-۰۰ تا ۱۱-۴۵	اسلام اور کمیونزم	

دوسرا اجلاس

وقت	موضوع تقریر	نام مقرر
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۲-۰۰ تا ۲-۲۵	حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کیلئے کون کونسے ذرائع اختیار کئے	مکرمہ نصیرہ نزہت صاحبہ اہلیہ حافظ بشیر الدین صاحب مبلغ مشرقی افریقہ
۲-۲۵ تا ۲-۵۰	تقریر	صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ
۲-۵۰ تا ۳-۰۰	نظم	
۳-۰۰ تا ۳-۳۰	اخلاق فاضلہ کی حقیقت	مکرمہ امۃ المجید صاحبہ ایم۔اے

دوسرا دن — پہلا اجلاس — ۲۷ر دسمبر — بروز منگل

وقت	موضوع تقریر	نام مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	از جلسہ گاہ مردانہ
۹-۳۰ تا ۱۰-۱۵	تحریک جدید کے بیرونی مشنوں کے حالات	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (از جلسہ گاہ مردانہ)
۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰	عقائد احمدیت پر اعتراضات کے جوابات	ملک عبد الرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ (" " ")
۱۱-۰۰ تا ۱۱-۱۵	نظم و وقفہ برائے اعلانات	
۱۱-۱۵ تا ۱۱-۴۵	لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	مکرمہ امۃ الرحمن صاحبہ عمر ایم اے

دوسرا اجلاس

۲ بجے سے — تقریر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (از جلسہ گاہ مردانہ)

۲۷/۲۸ر دسمبر کی درمیانی شب بوقت ساڑھے سات بجے لجنہ اماء اللہ کی شوریٰ ہوگی

تیسرا دن — پہلا اجلاس — ۲۸ر دسمبر — بروز بدھ

وقت	موضوع تقریر	نام مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۳۰ تا ۹-۵۵	تقریر	مکرمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ
۹-۵۵ تا ۱۰-۲۰	لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی مساعی	مکرمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ
۱۰-۲۰ تا ۱۱-۰۰	مغرب اور اسلام	چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (از جلسہ گاہ مردانہ)
۱۱-۰۰ تا ۱۱-۲۰	نظم	
۱۱-۲۰ تا ۱۱-۴۵	عورت کا مستقبل اسلامی ہدایات کی روشنی میں	مکرمہ امۃ الرشید شوکت صاحبہ اہلیہ ملک سیف الرحمن صاحب

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر و عصر

وقت	موضوع تقریر	نام مقرر
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	از جلسہ گاہ مردانہ
۲-۰۰ سے	تقریر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز	

نوٹ:- پروگرام میں تبدیلی صرف جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی اجازت سے ہو سکتی ہے۔

جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا نشان

مزید قربانیوں کے لئے دعوت عمل

از مکرم خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی مبلغ سلسلہ احمدیہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمارے رب العزت خدا تعالیٰ نے جو جو وعدے بھی فرمائے وہ سب اپنے اپنے وقتوں پر کمال شان سے پورے ہوئے، ہو رہے ہیں اور آئندہ پورے ہوتے چلے جائیں گے۔ زمین و آسمان تو ٹل سکتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کے ایسے وعدے جو حتمی ہیں ٹل جائیں۔ ایسے ہی وعدوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مامور سے ایک یہ عظیم الشان وعدہ فرمایا تھا کہ باوجود ہزاروں قسم کی مخالفتوں کے میں تجھے عزت پر عزت دوں گا۔ اور تیرے روحانی سلسلہ کو اکناف عالم تک پہنچاؤں گا اور ہزارہا لوگ پروانوں کی طرح تجھ پر اپنی جانیں اور اموال نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور یہ کہ دور دراز سے ہزاروں کی تعداد میں درس روحانیت سننے کے لئے لوگ مرکز احمدیت میں بشوق آئیں گے اور اس امر کی پرواہ نہیں کریں گے کہ سفر کی گوناگوں صعوبتیں اور تکالیف ان کے راستہ میں حائل ہیں۔

دیکھنے والوں نے پہلے بھی دیکھا اور اب بھی دیکھ رہے ہیں کہ خدائے صادق الوعد کا یہ عظیم الشان نشان اس کے مقدس مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس زندگی میں پوری آب و تاب سے ظہور میں آتا رہا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی اس نشان عظیم کی چمک اور درخشندگی سے اکثر اہل ایمان کے قلوب روشن ہو رہے ہیں کونسا انسان ہے جسے اس بات کی خبر نہیں کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی قائم کردہ جماعت دنیا کے اکناف و اطراف میں پھیل چکی ہے اور پھیل رہی ہے۔ اور یہ کہنا ہرگز اپنے اندر مبالغہ نہیں رکھتا کہ دنیائے احمدیت پر آج سورج غروب نہیں ہوتا۔ اللّٰھم زد فزد۔

خدا تعالیٰ کے مامور کی جماعت کا ہر سال مرکز احمدیت (قادیان اور تقسیم ملک کے بعد دار الہجرت مرکز ثانی ربوہ) میں بھی سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں پچاس ہزار سے زائد فرزندان احمدیت اور متلاشیان حق، باوجود موسم سرما اور دیگر کئی قسم کی سفری صعوبتوں اور مشکلات کے ہر چہار اطراف سے قرآن کریم کے پر معارف نکات اور دیگر دینی اور روحانی امور سننے کے لئے ذوق و شوق سے شریک جلسہ ہوتے ہیں۔

برادران کرام ...... آج سے قریب ۶۳ برس قبل کی بات ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے موقعہ پر فرزندان احمدیت اور دیگر سعید الفطرت انسانوں کو مرکز احمدیت (قادیان) میں پیغام آسمانی سنانے کی غرض سے مدعو فرمایا۔ اس پر "تین سو ستائیس" ۳۲۷ احباب نے جلسہ میں شمولیت فرمائی۔ ان قلیل التعداد انسانوں کو دیکھ کر مسیح الزماںؑ کا دل باغ باغ ہو گیا اور آپ سجدات شکر بجا لائے اور جلسہ سالانہ میں ۳۲۷ احباب کی حاضری کو "خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان" قرار دیتے ہوئے حضرت مامور ربانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ:-

"اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گزشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب (یعنی ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ ناقل) کا تیار نہیں ہوا تھا۔ اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جد و جہد اور جانکنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ قادیان میں تشریف لائے تھے مگر اب جبکہ فتویٰ تیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی سرد و مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے ۳۲۷ احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے۔ لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں واللّٰہ غالب علٰی امرہٖ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون"

(زیر عنوان "ناظرین کی توجہ کے لائق" آئینہ کمالات اسلام مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

صاحبو! ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی اور غلبہ پر نگاہ ڈالو اور دیکھو کہ کن غیر معمولی حالات اور خطرناک مخالفتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے خونی دشمنوں (کفار عرب) کے مقابل فتح عظیم بخشی کہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک زبردست اور روشن دلیل ٹھہری۔ چنانچہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ

افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون

(سورہ انبیاء ع ۴) یعنی کیا (منکرین رسولؐ) مشاہدہ نہیں کرتے کہ (کس طرح) ہم بڑھتے ہوئے زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے ہوئے (رسولؐ کی اس فتح پر بھی) کیا وہ یہی کہتے ہیں کہ وہ غالب و کامیاب ہیں۔

جب اس قسم کے حالات (جو آج سے چودہ صدیاں قبل سید الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں رونما ہوئے) آج کے زمانہ میں حضرت رسول مقبول سید الانبیاء والاصفیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صادق غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے خدائے عزیز و حکیم نے پیدا فرما دیئے ہیں۔ تو اے سچائیو! ان حالات کو دیکھتے ہوئے تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ مسیح موعود و مہدی مسعود اپنے دعویٰ ماموریت میں (نعوذ باللہ) راستباز نہ تھا۔

برادران ملت! اس کفر و ضلالت کے دور میں جبکہ کشتی اسلام تلاطم خیز طوفان اور منجدھار میں پھنسی پڑی تھی اور اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ غیرت خداوندی نے جوش مارا اور قدیم سنت کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق و صداقت کو سرفراز کرنے کے لئے حکم عدل باطلہ اور حامی دین متین مسیح موعودؑ کو بروقت مبعوث فرمایا۔ تا پھر سے بھولی بھٹکی قوموں تک اسلام کا شیریں اور حیات بخش پیغام پہنچایا جائے اور ظلمت کدوں میں ایڑیاں رگڑنے والے کروڑوں آدم کے بیٹوں کو زندہ خدا تعالیٰ اور رسولؐ اور زندہ مذہب (اسلام) سے بخوبی شناسا کیا جائے۔

یہی وہ عظیم الشان غرض اور مقصد ہے جس کی نشر و اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ اسلام کی ایک خدمت گذار جماعت قائم فرمائی ہے جو آج اکناف عالم میں اعلائے کلمۃ الحق میں دیوانہ وار مصروف عمل ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اپنی مبارک آمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا کا مقصد ہے جس کے لئے میں

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے احباب کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی ضروری ہدایت

"ہمارے سالانہ جلسہ کے اجتماع کے وقت جو ایک مذہبی جلسہ ہوتا ہے اور جس کی غرض ایمان اور روحانیت کی ترقی اور دینی خدمت کے وسائل پر غور کرنا ہے بہت سے لوگ اس غرض و غائت کو نظر انداز کر دیتے ہیں ...... یعنی وہ اپنے اوقات کو بجائے عبادتوں اور مجاہدوں میں لگانے کے اور دینی باتیں سننے کے ادھر ادھر پھرنے اور کھانے پینے میں صرف کر دیتے ہیں"

"آنے سے پہلے اس امر کو سوچ لیں کہ جلسہ پر جانے کی کیا ذمہ واریاں ہیں اور جو احباب آئیں وہ اپنے اوقات کو وعظ و نصیحت کی باتیں سننے میں خرچ کریں۔ اور اپنے اموال کو بھی خدمت دین میں لگانے کی کوشش کریں اور اس خدائی کام کو ایک میلہ کی شکل میں تبدیل نہ کریں"

(الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۲۱ء)

دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت)

پس اے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے احمدی بزرگو!! اور بہنو!!! تمہیں مبارک ہو کہ تم اس اہم اور عظیم الشان مقصد کی سرانجام دہی کیلئے خدا تعالےٰ کے ایک مقدس مامور کے ہاتھ پر جمع کئے گئے ہو تم یہ بات ہمیشہ یاد رکھو! اور اپنی نسلوں تک اسے پہنچاتے چلے جاؤ کہ بجز قربانیوں اور عمل نمونوں کے کبھی بھی کوئی روحانی سلسلہ دنیا میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس وقت ضرورت ہے اسلام کو تمہاری قربانیوں کی۔ تم دیوانہ وار ان قربانیوں کی پیش کش کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش اور ایمانی روح کے ساتھ میدان عمل میں نکل پڑو کہ خلیفہ وقت حضرت سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز تمہیں دعوت عمل دے رہے ہیں۔

تم حضور کی آواز پر شرح صدر اور دلی جذبہ کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے ایثار و قربانی میں قابل رشک اور قدیم المثال نمونہ دکھاؤ کہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے نظیر اور قابل صد ستائش قربانیوں کی یاد از سر نو تازہ ہو جائے دیکھو! کہ ان واجب العزت اور قابل احترام بزرگ ہستیوں نے اسلام کی شان و شوکت کے قیام کے لئے کس قدر ایمان افروز اور عدیم النظیر قربانیاں کیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو بھی شرمندہ کر دیا۔ آج بھی اسلام کو ایسے ہی جواں ہمت اور سعادتمند فرزندوں کی ضرورت ہے جو دل جیسی عزیز اور بیش قیمت چیز کو قربان کرنے کے بعد بھی یہی نعرہ بلند کریں کہ ؎

دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

سنو! سنو!! کہ اس زمانے کا فرستادہ خدا تعالےٰ کا مقدس مسیح موعودؑ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کیا ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

"اے جماعت مخلصین خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے۔ اور ہم خدا تعالےٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہو گی۔ سو جہاں تک ہو اس کام کے لئے کوشش کرو ...... یہ ہر ایک مالی دینی کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالےٰ کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو اور اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔ اس سے تم مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا تعالےٰ کو دکھلاؤ اور اس سے مجھکو کہ بس تدابیر جاؤ۔"

(زیر عنوان "قابل توجہ احباب" آئینہ کمالات اسلام)

اے خادمان احمدیت! تم خدا تعالےٰ کے مامور کی زبان فیض ترجمان سے سن چکے ہو کہ قربانیاں کرنے کی صورت میں یقینی کامیابی ہو گی۔ پس کیا ہمارے لئے یہ امر ازبس ضروری نہیں کہ ہم اپنی عظیم الشان فتح اور غلبہ کو قریب تر لانے میں دن رات کوشاں ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود خلیفہ سیدنا محمود ایدہ الودود کے مقدس اشاروں پر اپنی زندگیوں کو تبلیغ کے لئے وقف کر کے اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

گذشتہ دنوں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے پر معارف ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"تم ایک عظیم الشان کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اشاعت دین کی روح کو زندہ رکھنا اور پہلے سے زیادہ غیرت مند اور دینی جذبہ رکھنے والے نوجوان پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ اسلام کی روح کو زندہ رکھو اور محمدی نور کو پھیلاتے رہو یہاں تک کہ ساری دنیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے لگ جائے اور دنیا کی ایسی کایا پلٹ جائے کہ خدائی بادشاہت جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی قائم ہو جائے۔"

(الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۵۵ء کالم ۵۵)

بالآخر ہمارے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہم اسلام کی روحانی فوج کے سپہ سالار سیدنا حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کیلئے (کہ جن کے وجود کے ساتھ اسلام کی عظیم الشان ترقی اور غلبہ وابستہ ہے) بارگاہ رب العزت میں درد دل سے دعاگو ہوں کہ اے شافی مطلق! تو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خیر و عافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرما کہ تا حضور اپنے فرائض منصبی کو کما حقہ سرانجام دے سکیں اور اس طرح خلافت ثانیہ کے عہد سعادت میں ہی تیرے وعدوں کے مطابق اسلام کی شان و شوکت اور اقبال مندی کے مقدس دن اہل دیان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی روحیں اور مضطرب قلوب اور مزید تسکین اور اطمینان سے لطف اندوز ہو سکیں۔

محمود تجھ پہ سایۂ رحمت خدا کرے
(اللّٰہم آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

سرزمین قادیان کا اولین دواخانہ
جسے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۱ء میں جاری کرایا
آپ کے شاگرد خاص حکیم نظام جان کی زیر نگرانی تیار ہونیوالی ادویات
استادی المکرم حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ارشاد تھا کہ مریض سے کم سے کم قیمت لی جائے۔ اور ہر طرح سے اس کی دلجوئی کی جائے۔ ہم ۱۹۱۱ء سے آپ کے مجربات کو صحیح اور احسن شکل میں پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں آپ کی ہدایات اور چھوڑے ہوئے نقوش پر چلنے کی طاقت بخشے۔ اور ہماری تیار کردہ دواؤں میں اثر شفا قائم و دائم رکھے آمین
خاکسار۔ حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
مقوی دماغ گولیاں
دماغی کام کرنیوالوں دفتروں کے کارکنوں اور طالب علموں کے لئے بہترین تحفہ
قیمت ایک روپیہ
دوائی خاص
رحم کی جملہ بیماریوں کا علاج
فی کورس ۳ روپے
اولاد نرینہ
سو فیصدی لڑکا ہوتا ہے
قیمت صرف ۹ روپے
صندلین پاؤڈر
کمزوری جگر دور کرنے خون صاف کرنے اور نیا خون پیدا کرنے کی بہترین دوا
فی شیشی دو روپے
ملیریا کا کامیاب علاج
قیمت تین روپے
بچوں کی چوندی
چھوٹے بچوں کے دستوں کو روکنے کی واحد دوا۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے
مقوی دانت منجن
دانتوں کو مضبوطی اور چمک بخشنے والا منجن۔ کمزور اور بے جان مسوڑھوں کو طاقت دیتا ہے
قیمت ۸ آنے
حب مسان
بچے کو سوکھا ہو بخار آتا ہو ہڈیاں ہی ہڈیاں نکل آئی ہوں ان کے استعمال سے صحت ہو جاتی ہے۔ فی شیشی سوا روپیہ
جوب عنبری رجسٹرڈ
حرارت غریزی خواہ کتنی ہی کمزور ہو چکی ہو۔ اس کے استعمال سے عود کر آتی ہے۔
قیمت بیس روپے
حب اٹھرا رجسٹرڈ
مردہ بچے پیدا ہوتے ہوں یا پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہوں
فی تولہ ۱½ روپیہ مکمل کورس ۱۱ آنے ۱۲-۱۳ روپے
فولادی گولیاں
کمزور اعصاب کو طاقت دیتے اور نیا خون پیدا کرنیوالی بہترین دوا۔ قیمت پانچ روپے
تیل اکسیر
قیمت سوا روپیہ
حبوب زوجام عشق
طاقت کی لاثانی گولیاں
فی شیشی
چودہ روپے
حب مفید النساء
ایام کی بے قاعدگی کم یا زیادہ آنا۔ کولہوں کا درد اور دیگر عوارض کا مجرب علاج۔
فی کورس ۲ روپے
ملینر حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت)

پس اے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے احمدی بزرگو!! اور بہنو!!! تمہیں مبارک ہو کہ تم اس اہم اور عظیم الشان مقصد کی سرانجام دہی کیلئے خدا تعالیٰ کے ایک مقدس مامور کے ہاتھ پر جمع کئے گئے ہو تم یہ بات ہمیشہ یاد رکھو! اور اپنی نسلوں تک اسے پہنچاتے چلے جاؤ کہ بجز قربانیوں اور عمل نمونوں کے کبھی بھی کوئی روحانی سلسلہ دنیا میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس وقت ضرورت ہے اسلام کو تمہاری قربانیوں کی۔ تم دیوانہ وار ان قربانیوں کی پیش کش کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش اور ایمانی روح کے ساتھ میدان عمل میں نکل پڑو کہ خلیفہ وقت حضرت سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تمہیں دعوت عمل دے رہے ہیں۔ تم حضور کی آواز پر شرح صدر اور دلی جذبہ کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے ایثار و قربانی میں قابل رشک اور فقید المثال نمونہ دکھاؤ کہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے نظیر اور قابل صد ستائش قربانیوں کی یاد از سر نو تازہ ہو جائے دیکھو! کہ ان واجب العزت اور قابل احترام بزرگ ہستیوں نے اسلام کی شان و شوکت کے قیام کے لئے کس قدر ایمان افروز اور عدیم النظیر قربانیاں کیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو بھی شرمندہ کر دیا۔ آج بھی اسلام کو ایسے ہی جواں ہمت اور سعادتمند فرزندوں کی ضرورت ہے جو دل جیسی عزیز اور بیش قیمت چیز کو قربان کرنے کے بعد بھی یہی نعرہ بلند کریں کہ ؎

دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

سنو! سنو!! کہ اس زمانہ کا فرستادہ خدا تعالیٰ کا مقدس مسیح موعودؑ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کیا ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

"اے جماعت مخلصین خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔ سو جہاں تک ہو اس کام کے لئے کوشش کرو۔ . . . .

. . . ہر ایک مال دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالیٰ کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو اور اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔ اس سے تم مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھلاؤ اور اس سے مجھکو کہ بس تدابیر جاؤ۔"

(زیر عنوان "قابل توجہ احباب" آئینہ کمالات اسلام)

اے خادمان احمدیت! تم خدا تعالیٰ کے مامور کی زبان فیض ترجمان سے سن چکے ہو کہ قربانیاں کرنے کی صورت میں یقینی کامیابی ہوگی۔ پس کیا ہمارے لئے یہ امر ازبس ضروری نہیں کہ ہم اپنی عظیم الشان فتح اور غلبہ کو قریب تر لانے میں دل و جان سے کوشاں ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود خلیفہ سیدنا محمود ایدہ الودود کے مقدس اشاروں پر اپنی زندگیوں کو تبلیغ کے لئے وقف کر کے اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

گذشتہ دنوں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے پُر معارف ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"تم ایک عظیم الشان کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اشاعت دین کی روح کو زندہ رکھنا اور پہلے سے زیادہ غیرت مند اور دینی جذبہ رکھنے والے نوجوان پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ اسلام کی روح کو زندہ رکھو اور محمدی نور کو پھیلاتے رہو یہانتک کہ ساری دنیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے لگ جائے اور دنیا کی ایسی کایا پلٹ جائے کہ خدائی بادشاہت جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی قائم ہو جائے۔"

(الفضل ۳۰ نومبر ملک کالم ۵۵ء)

بالآخر ہمارے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہم اسلام کی روحانی فوج کے سپہ سالار سیدنا حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کیلئے (کہ جن کے وجود کے ساتھ اسلام کی عظیم الشان ترقی اور غلبہ وابستہ ہے) بارگاہ رب العزت میں درد دل سے دعاگو ہوں کہ اے شافی مطلق! تو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خیر و عافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرما کہ تا حضور اپنے فرائض منصبی کو کما حقہ سرانجام دے سکیں اور اس طرح خلافت ثانیہ کے عہد سعادت میں ہی تیرے وعدوں کے مطابق اسلام کی شان و شوکت اور اقبال مندی کے مقدس دن اہل دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی روحیں اور مضطرب قلوب مزید تسکین اور اطمینان سے لطف اندوز ہو سکیں۔

محمود تجھ پہ سایہ رحمت خدا کرے
(اللّٰھم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

۲۳
سرزمین قادیان کا اولین دواخانہ
جسے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۱ء میں جاری کرایا
آپ کے شاگرد خاص حکیم نظام جان کی زیر نگرانی تیار ہونیوالی ادویات
استاذی المکرم حضرت مولانا
نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا ارشاد تھا کہ مریض سے کم سے کم قیمت لی جائے
اور ہر طرح سے اس کی دلجوئی کی جائے۔ ہم ۱۹۱۱ء سے آپ کے مجربات کو صحیح اور احسن شکل میں پیش
کرتے چلے آرہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں آپ کی ہدایات اور چھوڑے ہوئے نقوش پر چلنے
کی طاقت بخشے۔ اور ہماری تیار کردہ دواؤں میں اثر شفا قائم و دائم رکھے آمین
خاکسار۔ حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ
مقوی دماغ گولیاں
دماغی کام کرنیوالوں دفتروں کے کارکنوں اور طالب علموں کے لئے بہترین تحفہ
قیمت ایک روپیہ
دوائی خاص
رحم کی جملہ بیماریوں کا علاج
فی کورس ۳ روپے
اولاد نرینہ
سو فیصدی لڑکا ہوتا ہے
قیمت صرف نو روپے
صندلین پاؤڈر
کمزوری جگر دور کرنے خون صاف کرنے اور نیا خون پیدا کرنے کی بہترین دوا
فی شیشی دو روپے
لیکوریا کی دوائی
لیکوریا کا لاجواب علاج
قیمت تین روپے
بچوں کی چوندی
چھوٹے بچوں کے دستوں کو روکنے کی واحد دوا۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے
مقوی دانت منجن
دانتوں کو مضبوطی اور چمک بخشنے والا منجن۔ کمزور اور بے جان مسوڑھوں کو طاقت دیتا ہے
قیمت آٹھ آنے
حب مسان
بچے کو سوکھا ہو بخار آتا ہو ہڈیاں ہی ہڈیاں نکل آئی ہوں ان کے استعمال سے صحت ہو جاتی ہے۔ فی شیشی سوا روپیہ
حبوب عنبری مجرب
حرارت غریزی خواہ کتنی ہی کمزور ہو چکی ہو۔ اس کے استعمال سے عود کر آتی ہے۔
قیمت بیس روپے
حب اٹھرا مجرب
مردہ بچے پیدا ہوتے ہوں یا پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہوں
فی تولہ ۱½ روپیہ مکمل کورس ۱۱ آنے ۱۲-۱۳ روپے
فولادی گولیاں
کمزور اعصاب کو طاقت دیتے اور نیا خون پیدا کرنیوالی بہترین دوا۔ قیمت پانچ روپے
تیل اکسیر
قیمت سوا روپیہ
حبوب زوجام عشق
طاقت کی لاثانی گولیاں
فی شیشی
چودہ روپے
حب مفید النساء
ایام کی بے قاعدگی کم یا زیادہ آنا۔ کولہوں کا درد اور دیگر عوارض کا مجرب علاج
فی کورس ۲ روپے
مینیجر حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

قادیان کا قدیمی مشہور تحفہ

سرمہ نور (رجسٹرڈ)

جس کی تعریف کی ضرورت نہیں رہی جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ثابت ہو چکا ہے

قیمت فی تولہ دو روپے

اکسیر اٹھرا

مکمل کورس سولہ روپے

فی تولہ ڈیڑھ روپیہ

شفاخانہ رفیق حیات رجسٹرڈ

ٹرنک بازار، سیالکوٹ

MY FAITH !

مائی فیتھ یعنی میرا مذہب

مصنفہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب، پاکٹ سائز پر فوٹو اور دستخط کیساتھ لکھائی چھپائی عمدہ آرٹ پیپر پر بہنبائے امریکہ سے منگوایا ہے خواہشمند دوست ہم سے حاصل کرسکتے ہیں

ملنے کا پتہ: کراچی بک ڈپو

۸۲/۱ گولیمار، کراچی

تبلیغی اغراض کیلئے زیادہ تعداد میں منگوانے والے دوستوں کو خاص رعایت!

چھپائی کے نرخوں میں خاص رعایت

ایک اشتہار مجہ کاغذ سائز ۴½×۳ ۵۰۰ – ۲/۸/- روپے

۷½×۵ ۵/-/-

۱۰×۷½ ۱۰/-/-

علاوہ ازیں رسید بک۔ لیٹر فارم وزیٹنگ کارڈ وغیرہ ہر چیز کی چھپائی بارعایت ہوتی ہے۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہئے

پتہ: نور پرنٹنگ ایجنسی کارپوریشن سٹال ۲۶ نسبت روڈ لاہور

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

مینیجر الفضل ربوہ

قابل رشک صحت اور طاقت

قرص نور

طب یونانی کی مایہ ناز ادویات کا لاثانی مرکب

جملہ مردانہ امراض، ضعف دل و دماغ، دل کی دھڑکن، پیشاب کی کثرت۔ عام جسمانی کمزوری اور چہرہ کی زردی کا بفضلہ تعالیٰ یقینی، زود اثر اور مستقل علاج ہے۔ قیمت فی شیشی ۴/- چار روپیہ، علاوہ محصولڈاک

تیار کردہ: حکیم محمد شفیع اینڈ سنز

ملنے کا پتہ: ناصر دواخانہ، گول بازار ربوہ ضلع جھنگ

پیام نور

تلی اور جگر کا بڑھ جانا۔ ضعف جگر۔ یرقان۔ ضعف ہضم، دائمی قبض، خرابی خون، پھوڑا پھنسی۔ بخار۔ چھائیں۔ درد کمر۔ جوڑوں کا درد۔ ریگی درد۔ دل کی دھڑکن اور کثرت پیشاب کو دور کر کے اعصاب کو طاقتور بناتا ہے اور قوت بخشتا ہے۔ پیام نور صرف بیماروں کیلئے نہیں، بلکہ اس کا استعمال تندرستوں کو بھی فائدہ بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

قیمت فی بوتل یا پیکٹ، چار روپے

ملنے کا پتہ: ناصر دواخانہ، گول بازار ربوہ

بہترین زیورات

احباب خالص سونے چاندی کے ہر قسم کے زیورات آرڈر پر حسب وعدہ واجبی اجرت پر بنوائیں، نیز ہر قسم کے شکستہ زیورات کی مرمت کروائیں۔

المشتہران: محمد اسلم کلیم، مبارک احمد ناصر

سابق مبلغ سلسلہ احمدیہ، احمد نگر، متصل ربوہ ضلع جھنگ

موتی سرمہ

جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

خارش۔ ککرے۔ جالا۔ پھولا۔ دھند۔ غبار۔ ککرے۔ گرنا۔ پڑبال۔ آنکھیں دکھنا۔ پانی بہنا اور کمزوری نظر کیلئے حیرت انگیز اثر رکھتا ہے۔

ترکیب استعمال: روزانہ رات کو سوتے وقت دو سلائیاں آنکھوں میں لگا دیں۔ نیز دھوپ، گرد و غبار اور دھوئیں سے آنکھوں کو محفوظ رکھیں۔ قبض نہ ہونے دیں۔ ہر روز صبح مسواک سے دانتوں کے علاوہ آنکھوں اور معدے کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے

(قیمت: فی تولہ چار روپے نصف تولہ دو روپے تین ماشہ ایک روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔)

جناب ڈاکٹر بشیری صاحب، ایم، بی، ای، میڈیکل آفیسر عدن سے فرماتے ہیں:۔ "یہاں ایک ہندوستانی سیٹھ کی آنکھیں عرصہ سے خراب تھیں۔ میں نے آپ کا تیار کردہ موتی سرمہ استعمال کروایا۔ جس سے اب وہ بالکل تندرست ہے۔ واقعی آپ کا موتی سرمہ آنکھوں کی جملہ امراض کیلئے بے حد اکسیر ہے۔ میں اپنے زیر علاج مریضوں کو ہمیشہ موتی سرمہ ہی استعمال کرواتا ہوں۔ لہٰذا ازراہ لطف مزید دو تولہ موتی سرمہ بذریعہ وی پی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔"

"موتی سرمہ واقعی جادو کا اثر رکھتا ہے" ——— بیگم کیپٹن سید محمد اکمل صاحب چکلالہ سے تحریر فرماتی ہیں:۔ "آپ کے موتی سرمہ کے متواتر استعمال سے میری آنکھوں کی تکالیف کبیر جاتی رہیں۔ جو ایک عرصہ سے لاحق تھیں اسکے نتیجہ میں کہنا پڑیگا کہ آپ کا موتی سرمہ واقعی جادو کا اثر رکھتا ہے۔ براہ کرم مزید ایک چھوٹی شیشی موتی سرمہ فرصت اولین میں بذریعہ وی پی بھیجکر شکریہ کا موقع دیں۔"

"ہمارے محلہ میں موتی سرمہ کی دھوم مچی ہوئی ہے" ——— حاجی جان محمد صاحب لاہور سے لکھتے ہیں:۔ "مجھے اتفاقیہ آپ کا تیار کردہ موتی سرمہ ایک دوست سے مل گیا۔ استعمال کے بعد اتنا مفید پایا کہ ہمارے سارے محلہ میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ چنانچہ حامل رقعہ کے ہاتھ سرمہ کی ایک درجن چھوٹی شیشیاں دے کر مشکور فرمائیں۔"

نوٹ: ضرورت مند اصحاب تین پیسے کا خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی منگوا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں: ہمارے مرکبات اکسیر لبن، تریاق اعظم، قبض کشا گولیاں، اکسیر معدہ، موتی دانت پوڈر اور اکسیر اکبر آپ کی طبی ضروریات کیلئے بہترین اور خالص اجزاء سے تیار شدہ مل سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ: نور کیمیکل فارمیسی ۳ دیال سنگھ مینشن، مال روڈ، لاہور فون نمبر ۲۳۰۲

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

اطراف وجوانب عالم میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنیوالے
بعض غیر ملکی مجاہدین احمدیت

مبلغ انڈونیشیا

مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری

مبلغ ہالینڈ

مولوی ابوبکر ایوب صاحب آف انڈونیشیا

مبلغ شام

السید منیر الحصنی صاحب

مبلغ امریکہ

ہر عبدالشکور کنزے آف جرمنی

سیرالیون کے ایک احمدی معلم

الفا سوری با صاحب

مبلغ ٹرینیڈاڈ

بشیر احمد صاحب آرچرڈ آف یوکے

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)
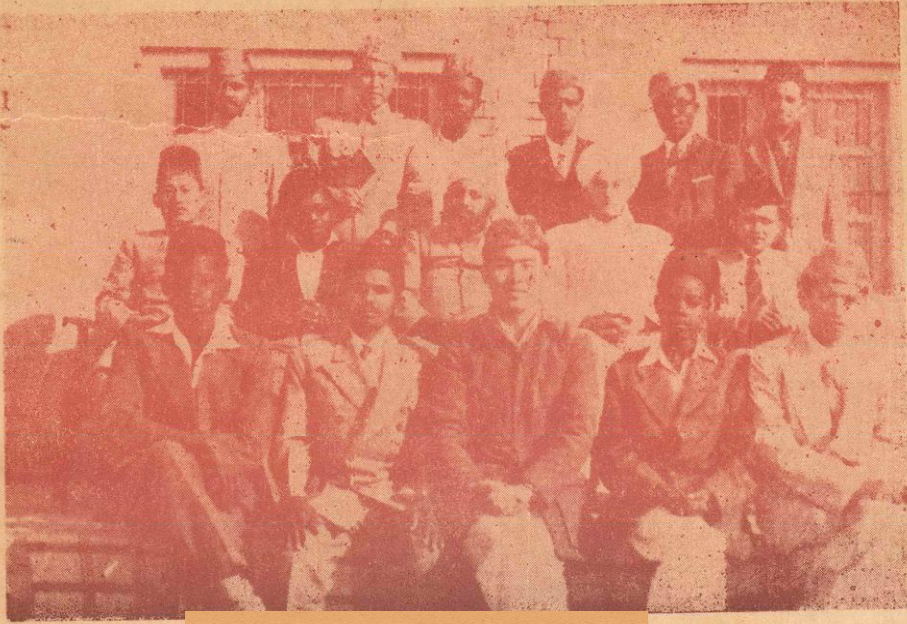
جامعۃ المبشرین ربوہ میں علم دین حاصل کرنیوالے غیر ملکی طلبہ

فوٹو میں مکرم مولوی ابو العطار صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین کے علاوہ چین انڈونیشیا، عدن، شام، مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، ڈچ گی آنا اور ٹرینیڈاڈ کے نوجوان شامل ہیں

REGD No. L5254